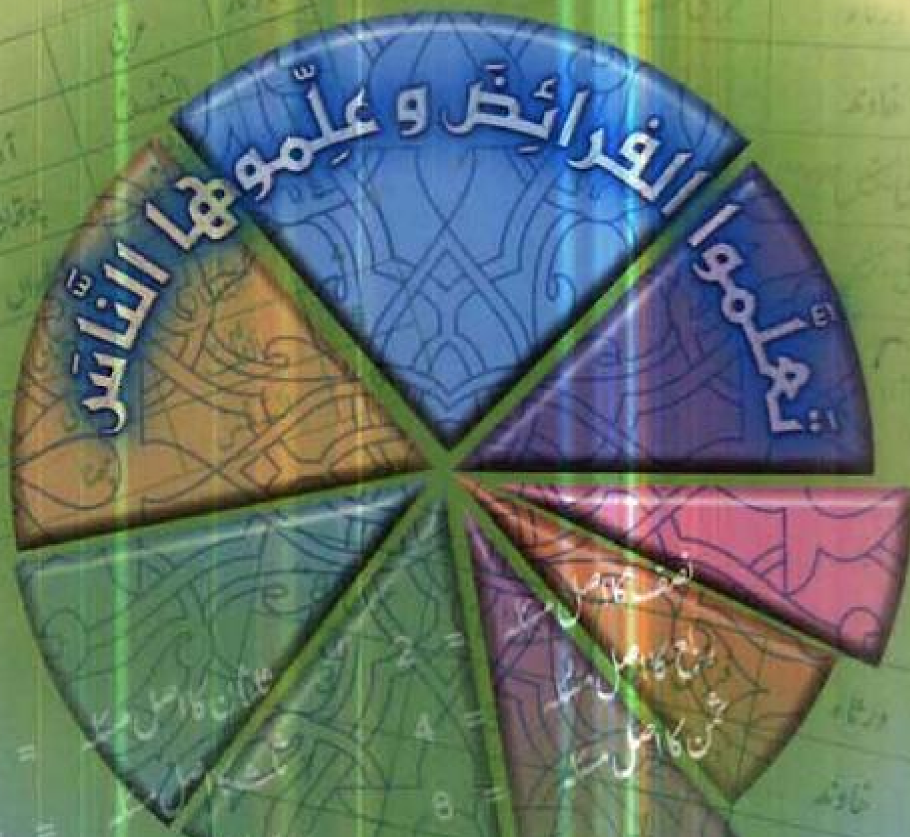
اسلامی قانونِ وراثت

(سوالاً جواباً)



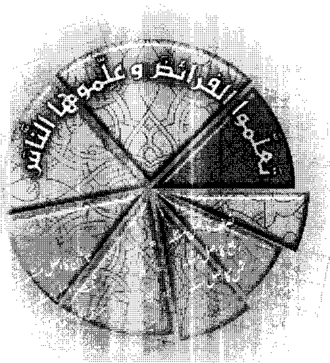
تالیف: مولانا ابو نعمان بشیر احمد حفظہ اللہ

نظرثانی: شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ

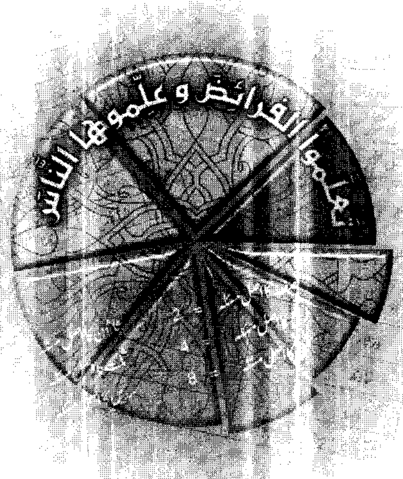
دار السلام

DARUSSALAM

اسلامی قانونِ وراثت (سوالاً جواباً)



اسلامی قانونِ وراثت (سوالاً جواباً)



تالیف: مولانا ابو نعمان بشیر احمد حفظہ اللہ

نظرثانی: شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ

دارالسلام
DARUSSALAM
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

دارُالسّلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الرّیاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com

Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الرّیاض ● العلیا۔فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ● الملز فون: 4735220 1 00966 فیکس: 4735221
● سویدی فون: 4286641 1 00966 ● سویلم فون/فیکس: 2860422 1 00966

جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270 مدینہ منورہ فون: 8234446,8230038 4 00966 فیکس: 8151121 04

الخُبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 3 00966 خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 7 00966

ینبع البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 قصیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 3696124 6 00966

امریکہ ● نیویارک فون: 5925 625 718 001 ● ہوسٹن: 0419 722 713 001 کینیڈا ● نصیرالدین الخطاب فون: 4186619 416 001

لندن ● دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون: 77252246 20 0044-85394885 20 0044 ● دارمک انٹرنیشنل: 7739309 0121 0044

متحدہ عرب امارات ● شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 فرانس فون: 52928 480 01 0033 فیکس: 52997 480 01 0033

انڈیا ● دارالسلام انڈیا فون: 45566249 44 0091 موبائل: 12041 98841 0091 ● اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 4180 2373 22 0091
● ہُدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 4892 2451 40 0091 موبائل: 30850 98493 0091 ● ایم ایس براک انٹرپرائزز فون: 42157847 44 0091

سری لنکا ● دارالکتاب فون: 358712 115 0094 ● دارالایمان ٹرسٹ فون: 2669197 114 0094

پاکستان ہیڈ آفس و مرکزی شوروم

لاہور 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 24,372 32 4 00 34,372 400 240 3/3 42 0092 فیکس: 72 540 373 042

● غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 54 200 371 42 0092 فیکس: 03 207 373 042

● Y بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان: 2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون: 10 926 356 42 0092

کراچی مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی فون: 36 939 343 21 0092 فیکس: 37 939 343 21 0092

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 13 815 22 51 0092

info@darussalampk.com | www.darussalampk.com

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان ، بہت رحم کرنے والا ہے

عرضِ ناشر

دین اسلام میں ہر انسان کی دنیوی و اخروی فلاح کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، بنا بریں دنیوی زندگی کے معاملات کے ساتھ ساتھ اخروی زندگی کے معاملات و مسائل میں بھی بھرپور رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ احکامات میراث کا تعلق بھی انسان کی موت کے بعد پیش آنے والے معاملات سے ہے جن کے بارے میں نہایت عادلانہ و منصفانہ تعلیمات دے کر مرحومین کے پسماندگان کی مامون و محفوظ اور پرامن دنیوی زندگی کا اہتمام فرما دیا گیا ہے۔

علم میراث جس قدر اہم ہے، ماضی میں اہل علم وقلم نے اسے عامۃ المسلمین تک پہنچانے کی اس قدر ذمہ داری محسوس نہیں کی۔ زیرنظر کتاب ''اسلامی قانونِ وراثت'' میں یہ کمی پوری کرنے کی بہت اچھی کوشش کی گئی ہے جس سے عام قارئین کے ساتھ ساتھ طلبہ کو بے حد فائدہ ہوگا۔ اس تالیف کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اس کام کو ان شاء اللہ آگے بڑھانے کی تحریک و ترغیب ملے گی۔

فاضل مصنف ابونعمان بشیر احمد حفظہ اللہ نے وراثت کے مبادیات، موانع، ترکہ کے متعلق امور، مستحقین اور ان کے حصص، عصبات، حجب سے لے کر تقسیم ترکہ، تخارج، خنثیٰ، حمل سمیت تمام اہم موضوعات پر نہایت جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ یوں سوالاً جواباً سلیس زبان میں لکھی گئی یہ کتاب طلبہ کے لیے بالخصوص مفید ثابت ہوگی۔ اسے مدارس کے نصاب میں شامل

کیا جائے تو یہ ابتدائی کلاسوں کے لیے آسان جدید اسلوب میں نہایت مفید اضافہ ثابت ہوگی تاہم اس کا مطالعہ دین کا فہم حاصل کرنے کے متمنی ہر مسلمان مرد اور عورت کو بھی کرنا چاہیے۔

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ نے نہ صرف ''حرف اول'' میں موضوع کے حوالے سے گرانقدر تحقیقی مواد فراہم کر دیا ہے بلکہ ''اسلامی قانونِ وراثت'' کے مسودے پر نظر ثانی کی ذمہ داری بھی احسن طور پر ادا کی ہے جس پر دارالسلام ان کا بے حد ممنون ہے۔ کتاب کی ایڈیٹنگ اور پروف خوانی مولانا محمد عثمان منیب اور حافظ آصف اقبال نے انجام دی۔ ڈیزائننگ اور کمپوزنگ میں زاہد سلیم چودھری، ہارون الرشید، اور ابو مصعب نے دلجمعی، فرض شناسی اور محنت سے خدمات انجام دیں۔ رب کریم سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو مقبول و منظور فرمائے اور اسے امت مسلمہ کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین یارب العالمین!

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام۔ ریاض، لاہور

رمضان المبارک 1427ھ / اکتوبر 2006ء

حرفِ اوّل

اسلام دینِ فطرت ہے اور انسان کی فطری خواہشات کا احترام کرتے ہوئے شخصی جائیداد، یعنی انفرادی ملکیت کا قائل ہے۔ اس میں احکامِ وصیت و وراثت اور مسائلِ ہبہ و وقف کا ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انفرادی نظریۂ ملکیت ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ پھر تمدن کی ترقی کے لیے انتقالِ ملکیت بھی بہت ضروری ہے جس کی دو صورتیں ممکن ہیں، ایک اختیاری اور دوسری غیر اختیاری۔ اختیاری انتقال ملکیت کی دو صورتیں ہیں:

ا: معاوضہ لے کر کوئی چیز دوسرے کے حوالے کرنا۔ ایسا اشیائے خرید و فروخت یا اس کے مشابہ لین دین میں ہوتا ہے۔

ب: بلا معاوضہ کوئی چیز دوسرے کے حوالے کرنا۔ اس کی بھی مزید دو اقسام ہیں:

اگر بلا معاوضہ انتقالِ ملکیت بحالتِ صحت ہو اور اپنی زندگی میں کوئی چیز دوسرے کے حوالے کر دی جائے تو اسے ہبہ یا ہدیہ کہا جاتا ہے۔

اگر بلا معاوضہ انتقالِ ملکیت بحالتِ مرضِ موت ہو اور مرنے کے بعد وہ چیز کسی دوسرے کو ملے تو اسے وصیت کہتے ہیں۔ انتقال ملکیت کی دوسری صورت جو غیر اختیاری ہے وہ انسان کی مملوکہ اشیا کو خود بخود اس کے ورثاء کی طرف منتقل کر دیتی ہے، اس میں انتقال کنندہ کے ارادے، نیت یا اختیار کو قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس غیر اختیاری انتقالِ ملکیت کو شرعی اصطلاح میں ''وراثت'' کہا جاتا ہے۔

انتقالِ ملکیت کے ان مذکورہ دونوں طریقوں میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اختیاری طریقۂ انتقال میں بعض اوقات ایجاب و قبول اور بعض صورتوں مثلاً وقف وغیرہ میں صرف

ایجاب شرط ہوتا ہے جبکہ وراثت میں ایجاب وقبول نہیں ہوتا بلکہ اس کے بغیر ہی وارث اس کا مالک بن جاتا ہے۔

آغازِ اسلام میں انتقال ملکیت کے لیے وصیتی طریقہ رائج کیا گیا۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ جائیداد کا مالک خود اس امر کا اہتمام کرتا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد کا بندوبست کس طرح ہو اور کون کون لوگ اس میں حصہ دار بنیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴾

”تم پر یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو موت آ جائے اور وہ کچھ مال و دولت چھوڑے جا رہا ہو تو مناسب طور پر اپنے والدین اور رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر جائے۔ ایسا کرنا اہلِ تقویٰ کے ذمے حق ہے۔“[1]

لیکن انسان کی خود غرضی اسے اکثر اوقات ظلم و زیادتی پر آمادہ کر دیتی ہے جس کا نتیجہ کسی رشتہ دار کی ناروا طرف داری یا بلاوجہ حق تلفی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے جو خاندان کے مختلف افراد کے درمیان رسہ کشی کا باعث بن جاتا ہے۔ اسلام نے اس سلسلے میں واضح طور پر رہنمائی فرمائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ﴾

”البتہ جس شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی کے متعلق طرف داری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو اور وہ وارثوں میں سمجھوتہ کرا دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔“[2]

اسلام نے دانستہ یا غیر دانستہ طرف داری یا حق تلفی کا اس طرح سد باب کیا ہے کہ مورث کو ایک تہائی کی حد تک وصیت کا اختیار دے کر باقی ترکے کی تقسیم کے لیے واضح اصول مقرر

---

1. البقرة 2:180
2. البقرة 2:182

کر دیے تا کہ خاندان میں عزیز و اقارب کے درمیان نفرت و عداوت کی تخم ریزی نہ ہو اور صلۂ رحمی اور ہمدردی کے جذبات بھی ماند نہ پڑیں، نیز اللہ تعالیٰ نے وراثت کے احکام کو اس اصول پر استوار کیا کہ فوت ہونے والے کا ترکہ ان لوگوں میں تقسیم ہونا چاہیے جو اپنی قرابت داری کے اعتبار سے مرحوم کی جائیداد کے زیادہ حقدار ہوں۔ پھر حق وراثت کو ایسا محکم فرض قرار دیا ہے جس میں تغیر و تبدل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اصول تقسیم بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾ ﴾

”یہ اللہ کی حدود ہیں۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جائے، اللہ اسے دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور رسوا کن عذاب سے دوچار ہوگا۔“[1]

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے پیچھے ایک سے زیادہ قرابت دار چھوڑ جاتا ہے جن کے متعلق وہ یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ اس کے حقوق دوسرے قرابت دار کے اعتبار سے زیادہ لائق اعتنا ہیں۔ عقل انسانی کے اس تذبذب کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں دور فرمایا:

﴿ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴾

[1] النساء 4: 13-14

''تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ تمھیں فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے تمھارے والدین اور تمھاری اولاد میں سے کون تمھارے قریب تر ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''[1]

لیکن افسوس کہ وراثت کے متعلق کتاب وسنت میں بیان کردہ واضح شرعی احکام اور اس قدر سخت وعید کے باوجود ہم مسلمان اس سلسلے میں کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں اور کھلے طور پر افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ ایک طرف مزعومہ عاق نامے کے ذریعے سے اپنی اولاد کو ان کے شرعی حصے سے محروم کر دیتے ہیں تو دوسری طرف اپنے بیٹوں کی موجودگی میں اپنے پوتوں کو وراثت میں برابر کا حصے دار ٹھہراتے ہیں۔ ان سماجی مسائل کے بارے میں کچھ وضاحت کرنا ہم ضروری خیال کرتے ہیں۔

عاق نامہ کی شرعی حیثیت: ہم آئے دن اخبارات میں ''عاق نامہ'' کا اشتہار پڑھتے ہیں۔ کیا والد کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نافرمان بیٹے کو اپنی وراثت سے محروم کر دے؟ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد کو تقسیم کرنے کا طریقۂ کار اللہ تعالیٰ کا وضع کردہ ہے، اس میں کسی کو ترمیم واضافے کا حق نہیں ہے۔ جو حضرات قانونِ وراثت کو پامال کرتے ہوئے آئے دن اخبارات میں اپنی اولاد میں سے کسی کے متعلق ''عاق نامہ'' کے اشتہارات دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں بڑے خوفناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ ہمارے معاشرے میں کہیں تو عورتوں کو مستقل طور پر وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور کہیں دوسرے بچوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف بڑے لڑکے ہی کو وراثت کا حق دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ ضابطۂ وراثت کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

[1] النساء 4:11

﴿ اَلْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ ﴾

”مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں، باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ، اس میں ہر ایک کا حصہ مقرر ہے۔“[1]

اس آیت کے پیشِ نظر کسی وارث کو بلاوجہ وراثت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ماہرین وراثت نے ان وجوہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جو وراثت سے محرومی کا باعث ہیں، ان میں والدین کا نافرمان ہونا کوئی شرعی مانع نہیں ہے جس کی بنا پر بیٹے یا بیٹی کو وراثت سے محروم کر دیا جائے، اس لیے بلاوجہ شرعی عذر کسی وارث کو محروم نہیں کرنا چاہیے۔

مختصر یہ کہ اگر بیٹا نافرمان ہے تو وہ اس نافرمانی کی سزا اللہ کے ہاں ضرور پائے گا، لیکن والد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسے اپنی جائیداد سے محروم کر دے۔ بعض لوگ محض ڈرانے دھمکانے کے لیے ایسا کرتے ہیں، لیکن ایسا کرنا بھی بعض اوقات کئی قباحتوں کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر رائج الوقت ”عاق نامہ“ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ: موجودہ دور میں وراثت کے متعلق جس مسئلے کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے وہ میت کی اپنی حقیقی اولاد کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے پوتی اور نواسے نواسی کی میراث کا مسئلہ ہے۔ اس کی بے چارگی اور محتاجی کو بنیاد بنا کر اسے بہت اچھالا گیا ہے، حالانکہ اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر بیسویں صدی تک کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ دادا یا نانا کے انتقال پر اگر اس کا بیٹا موجود ہو تو اس کے دوسرے مرحوم بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ اس مسئلے میں نہ صرف مشہور فقہی مذاہب، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نیز شیعہ، امامیہ، زیدیہ اور ظاہریہ سب متفق ہیں بلکہ غیر معروف ائمہ وفقہا کا بھی اس کے خلاف کوئی قول منقول نہیں، البتہ حکومت پاکستان نے 1961ء میں مارشل لاء کا ایک آرڈیننس

---

[1] النساء 4:7

جاری کیا، جس کے تحت یہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اپنے پیچھے ایسے لڑکے یا لڑکی کی اولاد چھوڑ جائے جس نے اس کی زندگی میں وفات پائی ہو تو مرحوم یا مرحومہ کی اولاد دیگر بیٹوں کی موجودگی میں اس حصے کو پانے کی حقدار ہو گی جو ان کے باپ یا ماں کو ملتا، اگر وہ اس شخص کی وفات کے وقت زندہ ہوتے۔ پاکستان میں اس قانون کے خلافِ شریعت ہونے کے متعلق عظیم اکثریت نے دوٹوک فیصلہ کر دیا تھا کہ یہ قانون امت مسلمہ کے اجتماعی نقطہ نظر کے خلاف ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِىٓ أَوْلَـٰدِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ ۚ ﴾

"اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے متعلق حکم دیتا ہے۔ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہے۔" [1]

اس آیتِ کریمہ میں لفظ اولاد، ولد کی جمع ہے جو جنے ہوئے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں لفظ ولد دو طرح سے مستعمل ہے: ① حقیقی، جو بلاواسطہ جنا ہوا ہو، یعنی بیٹا اور بیٹی۔ ② مجازی، جو کسی واسطے سے جنا ہوا ہو، یعنی پوتا اور پوتی۔

بیٹیوں کی اولاد، یعنی نواسی اور نواسے اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہی نہیں ہیں کیونکہ نسب باپ سے ملتا ہے۔ اس بنا پر نواسا اور نواسی لفظ ولد کی تعریف میں شامل نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک حقیقی معنی کا وجود ہو گا مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہے، یعنی لفظ ولد کے حقیقی معنی بیٹے اور بیٹی کی موجودگی میں پوتا اور پوتی مراد نہیں لیے جا سکتے، لہٰذا آیتِ کریمہ کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حقیقی بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے پوتی کا کوئی حق نہیں ہے، خواہ وہ پوتا پوتی زندہ بیٹے سے ہوں یا مرحوم بیٹے سے۔ اس کے متعلق امام جصّاص اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"امت کے اہلِ علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد میں

[1] النساء 4:11

صرف اولاد مراد ہے اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ پوتا، حقیقی بیٹے کے ساتھ اس میں شامل نہیں ہے اور نہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر حقیقی بیٹا موجود نہ ہو تو اس سے مراد بیٹوں کی اولاد ہے بیٹیوں کی نہیں، لہٰذا یہ لفظ صلبی اولاد کے لیے ہے اور جب صلبی نہ ہو تو بیٹے کی اولاد اس میں شامل ہے۔''[1]

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ»

''وراثت کے مقررہ حصے ان کے حقداروں کو دو، پھر جو بچ جائے وہ میت کے سب سے زیادہ قریبی مذکر کے لیے ہے۔''[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقررہ حصہ لینے والوں کے بعد وہ وارث ہوگا جو میت سے قریب تر ہوگا، چنانچہ بیٹا، درجے کے اعتبار سے پوتے کی نسبت قریب تر ہے، اس لیے پوتے کے مقابلے میں بیٹا وارث ہوگا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرمایا کہ پوتا بیٹے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔ اس پر امام بخاری نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

«بَابُ مِيرَاثِ ابْنِ الابنِ إِذَا لَمْ يَكُنِ ابْنٌ»

''پوتے کی وراثت جبکہ بیٹا موجود نہ ہو۔''[3]

شریعت نے وراثت کے سلسلے میں الأقرب فالأ قرب کے قانون کو پسند کیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾

---

[1] أحكام القرآن: 96/2

[2] صحيح البخاري، الفرائض، باب ميراث الولد من أبيه وأمِّه، حديث: 6732

[3] صحيح البخاري، الفرائض، باب: 7

''ہر ایک کے لیے ہم نے اس ترکے کے وارث بنائے ہیں جسے والدین اور قریب تر رشتہ دار چھوڑ جائیں۔'' [1]

اس آیتِ کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور والا رشتہ دار محروم ہوگا، لہٰذا بیٹے کی موجودگی میں پوتا وراثت سے حصہ نہیں پائے گا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام نے وراثت کے سلسلے میں رشتہ داروں کے فقر واحتیاج اوران کی بے چارگی کو بنیاد نہیں بنایا جیسا کہ یتیم پوتے کے متعلق اس قسم کا تأثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ مستقبل میں مالی معاملات کے متعلق ان کی ذمہ داری کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اگر اس سلسلے میں کسی کا محتاج اور بے بس ہونا بنیاد ہوتا تو لڑکی کو لڑکے کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملنا چاہیے تھا کیونکہ لڑکے کے مقابلے میں لڑکی مال و دولت کی زیادہ حاجت مند ہے اور اس کی بے چارگی کے سبب میت کے مال میں اسے زیادہ حقدار قرار دیا جانا چاہیے تھا، جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ وراثت میں حاجت مندی، عدمِ کسب معاش یا بے چارگی قطعاً ملحوظ نہیں ہے۔

البتہ اسلام نے اس مسئلے کا حل یوں نکالا ہے کہ مرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے یتیم پوتے، پوتیوں، نواسے، نواسیوں اور دیگر غیر وارث حاجت مند رشتہ داروں کے حق میں مرنے سے پہلے اپنے ترکہ سے $\frac{1}{3}$ کی وصیت کر جائے۔ اگر کوئی یتیم پوتے پوتیوں کے موجود ہوتے ہوئے دیگر غیر وارث افراد یا کسی خیراتی ادارے کے لیے وصیت کرتا ہے تو حاکمِ وقت کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ اسے ان کے حق میں کالعدم قرار دے کر حاجت مند یتیم پوتے، پوتیوں کے حق میں اس وصیت کو نافذ قرار دے۔ ہاں اگر دادا نے اپنی زندگی میں یتیم پوتے پوتیوں کو بذریعہ ہبہ ترکے کا کچھ حصہ پہلے ہی دے دیا ہے تو اس صورت میں وصیت کو کالعدم قرار دینے کے بجائے اسے عملاً نافذ کر دیا جائے۔

اسی طرح ''عَول'' کے متعلق بھی متجدّدین کے ذہن میں بہت شکوک وشبہات ہیں جنھیں

[1] النساء 33:4

وہ آئے دن لوگوں میں پھیلاتے رہتے ہیں، حالانکہ عول کا سہارا مجبوراً لیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا۔ ان کے دورِ خلافت میں ایک ایسی صورت پیدا ہوئی کہ اصحاب الفرائض کے ''سِہام'' ترکہ کی اکائی سے زیادہ تھے۔ آپ نے کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عول کا مشورہ دیا، جس سے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا جن میں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے مجتہدین بھی شامل تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد عول کے مسئلے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ مسئلے کے متعلق اختلافِ رائے کا اظہار کیا۔ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت مشہور نہ ہو جاتی تو عَول کے متعلق اجماع قطعی کا حکم لگا دینا یقینی ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عَول کی ضرورت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ ''مجھے قرآن کریم سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مقررہ حصہ لینے والوں میں سے کون قابلِ تقدیم ہے اور کون قابلِ تاخیر، تاکہ مقدم کو پہلے اور مؤخر کو بعد میں کر دیا جائے۔'' اس لیے انھوں نے تمام مقررہ حصہ لینے والوں کے درمیان یکسانیت پیدا کرنے کے لیے عَول کا طریقہ جاری فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک خاوند قوی حق دار ہے، اس لیے اسے پورا حصہ دیا جائے گا اور بہنیں کمزور حصہ دار ہیں، ان کے حصوں میں کمی کی جائے گی۔

لیکن یہ موقف اس لیے درست نہیں ہے کہ تمام مقررہ حصہ لینے والے حق دار جو کسی بھی درجے میں جمع ہوں از روئے استحقاق برابر ہیں اور کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ چونکہ تمام کا استحقاق بذریعہ نص قرآن قائم ہوا ہے، لہٰذا سب کا استحقاق برابر ہو گا اور ہر شخص اپنا پورا پورا حصہ لے گا اور اگر ترکہ حسب حصص موجود نہ ہو تو سب کے حصوں میں برابر کمی کی جائے گی، عول کے ذریعے سے جو مخرج بڑھایا جاتا ہے، اس کی وجہ سے جو نقصان ہو وہ تمام مستحقین پر بقدر تناسب پھیلا دیا جائے۔ یہی راجح ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے، البتہ شیعہ حضرات نے اختلاف کیا ہے۔ وہ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

کا ساتھ چھوڑ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے موقف سے اتفاق کرتے ہیں۔ واللہ اعلم!

ترکے کے متعلق بھی ہمارے ہاں بہت غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ہمارے ہاں ترکہ اسے خیال کیا جاتا ہے جو باپ دادا سے وراثت کے طور پر ملا ہو اور جو کچھ اپنی محنت سے کمایا اسے ترکے میں شمار نہیں کیا جاتا، حالانکہ ہر منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کو ترکہ کہا جاتا ہے جو مرنے کے بعد اس نے اپنے پیچھے چھوڑی ہو اور کسی دوسرے شخص کا اس میں کوئی حق نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مال میں متعین طور پر کسی غیر کا حق ہو، اس وقت تک وہ مال ترکے میں شامل نہیں کیا جائے گا، جب تک اس دوسرے کا حق ادا نہ کر دیا جائے۔ واضح رہے کہ ترکے کے بارے میں درج ذیل امور کو مدنظر رکھنا ہوگا:

- وہ چیز بھی متوفی کا ترکہ شمار ہوگی جو اس کی ملکیت میں مرنے کے بعد شامل ہوئی اور اس کا سببِ مِلک اس کی زندگی میں قائم ہو چکا تھا، جیسے ایک شخص نے پلاٹ لینے کے لیے درخواست دی جو بذریعہ قرعہ اندازی تقسیم ہونے تھے لیکن مرنے کے بعد اس کے نام پلاٹ کا قرعہ نکل آیا تو اس صورت میں وہ پلاٹ بھی اُس کا ترکہ ہوگا۔
- ایسا مال جو میت کو حاصل ہوا، لیکن شریعت نے اس پر مال ہونے کا حکم نہیں لگایا، اس لیے وہ شرعی طور پر ترکے میں شمار نہیں کیا جائے گا، جیسے ذخیرۂ شراب وغیرہ۔
- ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ مال بھی ترکے میں شمار نہیں ہوگا، مثلاً چوری، رشوت یا خیانت کے ذریعے سے حاصل کیا ہوا مال۔ اسی طرح سود کی رقم بھی اس کے ترکے میں شمار نہیں ہوگی۔ اگر ورثاء ایسے مال کو آپس میں تقسیم کرتے ہیں تو وہ خود اس کے عذاب کے ذمہ دار ہوں گے۔
- میت کی کوئی چیز کسی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور اس نے اس قدر مال نہیں چھوڑا کہ اسے ادا کر کے فک رہن (واگزار) کرایا جا سکے تو ایسی چیز بھی میت کے ترکے میں شمار نہیں کی جائے گی۔

❋ میت کی پنشن جو اس کی زندگی میں حکومت یا کسی ادارے کے ذمے واجب ہو چکی تھی، وہ میت کا ترکہ شمار ہو گی کیونکہ پنشن حسب قواعد، ملازمت کی ایک مقررہ مدت پوری کرنے کے بعد ملازم کا حق قرار پاتی ہے، یہ حق بھی مرنے کے بعد قابلِ تقسیم ہو گا۔

❋ بیمہ زندگی شرعاً ناجائز ہے۔ مرنے کے بعد کمپنی سے ملنے والی رقم ترکہ شمار نہیں ہو گی کیونکہ بیمہ، جوئے کے حکم میں ہے، البتہ میت کی طرف سے ادا کردہ رقم اس کا ترکہ شمار ہو گی جو ورثاء باہم تقسیم کرنے کے مجاز ہوں گے۔

❋ شادی شدہ بچی کے فوت ہونے کی صورت میں اس کا جہیز، حق مہر اور شادی کے موقع پر ملنے والے تحائف وغیرہ اس کا ترکہ شمار ہوں گے۔ والد کا اس کے تمام مال پر قبضہ کر لینا یا والدین کا جہیز کو دوسری بچی کی شادی کے لیے رکھ لینا شرعاً جائز نہیں ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اگر والدین نے بچی کو جہیز وغیرہ دیا ہو تو اس کے عوض بچی کو جائیداد سے محروم کرنا بھی درست نہیں۔

ایک اور مسئلہ جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اس کا تعلق بھی تقسیم جائیداد سے ہے اور ہم اس سلسلے میں کوتاہی کا شکار ہیں، یعنی یہ مسئلہ کہ اولاد کی طرف سے بعض اوقات والد پر دباؤ ڈالا جاتا ہے یا والد از خود کسی پیش بندی کے طور پر اپنی جائیداد زندگی ہی میں تقسیم کر دیتا ہے۔ ایسا کرنا محل نظر ہے کیونکہ ضابطۂ وراثت کے اجرا کے لیے مورث کی موت اور وارث کا زندہ ہونا ضروری ہے۔ زندگی میں ضابطۂ وراثت کے مطابق جائیداد کا تقسیم کرنا کئی ایک خطرات کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اولاد کو بطور ہبہ کچھ دینا چاہے تو اس کی شرعاً گنجائش ہے، بشرطیکہ تمام ذکور و اناث اولاد کو برابر ہبہ دیا جائے۔ چند ایک کو دینا اور دوسروں کو نظر انداز کرنا شرعی طور پر جائز نہیں۔

دراصل ہمارے ہاں جہالت کا دور دورہ ہے۔ عصر حاضر میں علم فرائض کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اکثر علمائے کرام بھی اس سے بے بہرہ ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق بہت تاکید فرمائی ہے۔ فرمانِ نبوی ہے:

«تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ فَإِنِّي امْرُؤٌ مَّقْبُوضٌ وَأَنَّ الْعِلْمَ سَيُقْبَضُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتَّى يَخْتَلِفَ الِاثْنَانِ فِي الْفَرِيضَةِ لاَ يَجِدَانِ مَنْ يَّقْضِي بِهَا»

''علم وراثت سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ، کیونکہ جلد ہی میری موت واقع ہو جائے گی، علم فرائض بھی قبض کرلیا جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے حتی کہ دو آدمی کسی مقررہ حصے میں اختلاف کریں گے اور کوئی آدمی ایسا نہیں پائیں گے جو ان میں فیصلہ کر سکے۔'' [1]

اللہ تعالیٰ مولانا ابونعمان بشیر احمد حفظہ اللہ کو جزائے خیر سے نوازے کہ اُنھوں نے ''اسلامی قانونِ وراثت'' کتاب لکھ کر اس کمی کو پورا کرنے کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی ہے۔

میں نے اس کتاب کا جستہ جستہ بغور مطالعہ کیا ہے۔ کتاب کا اسلوب سادہ ہے۔ دورِ حاضر میں اس امر کی ضرورت ہے کہ علم میراث کو جدید حسابی قواعد کی روشنی میں مرتب کیا جائے، خاص طور پر وراثت میں پیش آمدہ مسائل کی تصحیح کے لیے نسبت اربعہ کا استعمال انتہائی سادہ اور قدیم ہے، اس لیے جدید اعشاری نظام کے مطابق ترتیب نو کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی توفیق سے زندگی کے مسائل شریعت کے مطابق حل کرنے کی توفیق دے اور قیامت کے دن اپنی رحمت سے نوازے۔

وصلی اللہ علی نبیه محمد وآله وأصحابه أجمعين

ابو محمد عبدالستار الحماد
مرکز الدراسات الاسلامیہ، سلطان کالونی۔ میاں چنوں
غرّہ رمضان المبارك 1427ھ

---

[1] المستدرك للحاكم: 333/4

مقدمہ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّى عَلٰى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ . . . أَمَّا بَعْدُ!

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جو انسان کی ہر مرحلہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ جس طرح اس نے زندگی گزارنے کے طریقے وسلیقے بتلائے ہیں اسی طرح زندگی کے بعد والے مسائل کی طرف بھی بہترین رہنمائی کی ہے۔

زندگی اور موت کے ساتھ ہر انسان کو واسطہ پڑتا ہے۔ انسان کی زندگی کے ساتھ اسلام کے بہت سے احکام کا تعلق ہے اور کچھ کا تعلق موت کے بعد ہوتا ہے۔ جن کا تعلق موت کے بعد وابستہ ہوتا ہے ان میں سے احکام میراث بھی ہیں۔ چونکہ علم میراث انسان کی دو حالتوں میں سے ایک حالت پر حاوی ہوتا ہے اس لیے اسے ''نِصفُ العِلمِ'' کہا جاتا ہے۔

موت ہر انسان کو ہے اور جہاں موت ہے وہاں میراث ہے اس لیے اس کی ضرورت ہر زمان ومکان میں ہر انسان کو ہے۔ اس کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے منفرد اسلوب میں حکم فرمایا:

﴿يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ﴾

''اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری اولادوں کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔''[1]

اور آیت کے اختتام پر مزید تاکید فرمائی:

﴿فَرِيضَةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ﴾

---

[1] النساء 11:4

''یہ احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہیں۔'' [1]

اور احکام میراث کے آخر میں ترغیب و ترہیب فرمائی:

﴿تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرے گا وہ اسے ہمیشگی والے باغات میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ نے علم میراث کی تاکید اس طرح فرمائی:

«تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ فَإِنِّى امْرُؤٌ مَّقْبُوضٌ وَأَنَّ الْعِلْمَ سَيُقْبَضُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتَّى يَخْتَلِفَ الِاثْنَانِ فِى الْفَرِيضَةِ لَا يَجِدَانِ مَنْ يَّقْضِى بِهَا»

''علم میراث سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھلاؤ کیونکہ مجھے بھی فوت کیا جائے گا اور علم میراث قبض کرلیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو آدمی مقررہ حصے میں اختلاف کریں گے اور کوئی ایسا آدمی نہ پائیں گے جو ان میں فیصلہ کرے۔'' [3]

---

[1] النساء 4:12

[2] النساء 4:13-14

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی :6/208، المستدرک للحاکم :4/333، وقال الحاکم هذا الحدیث صحیح الإسناد، ووافقه الذهبي۔

علم میراث کی جس قدر ضرورت واہمیت زیادہ تھی عصر حاضر میں اسی قدر اس کو ''نسیاً منسیاً'' کردیا گیا ہے۔حتی کہ اکثر علمائے کرام کا بھی اس سے زیادہ شغف نظر نہیں آتا اور اسے ''مشکل علم'' کا نام دے کر مشکل بنادیا گیا ہے حالانکہ یہ دیگر علوم کی بہ نسبت مختصر اصول وقواعد پر مشتمل ہے جو تھوڑی توجہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔

میں نے طلبائے کرام اور عامۃ الناس کے لیے انتہائی سلیس اور مختصر انداز میں سوالاً جواباً لکھنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ میراث کے عامی احکام کو سمجھنے اور یاد کرنے میں آسانی ہو اور بعض دقیق اور اختلافی مباحث سے اجتناب کیا ہے جن کا تعلق اصحاب الفن کے ساتھ ہے اور وہ اس فن کی مفصل کتب کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنائے اور میرے والدین اور اساتذہ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔(آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

ابونعمان بشیر احمد

مرکز الدعوۃ السّلفیہ ستیانہ بنگلہ (فیصل آباد)

25 جولائی 2003ء

وراثت کے مبادیات

سوال علم میراث کی تعریف، موضوع، غرض وغایت اور حکم بیان کریں؟

جواب **تعریف** : فقہ وحساب کے وہ اصول جاننا جن کے ذریعے سے ترکہ میں سے وارثوں کے حصے معلوم کیے جائیں۔

موضوع: علم میراث کا موضوع ترکہ، اس کے مستحق اور ان کے حصے ہیں۔

غرض و غایت: اس علم کے حاصل کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حق داروں کو ان کا حق پہنچایا جائے۔

حکم: اس علم کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔

سوال ارکان وراثت تحریر کیجیے؟

جواب وراثت کے تین رکن ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو وراثت ثابت نہ ہوگی۔

① مُوَرِّثُ: یعنی میت یا جو میت کے حکم میں ہو جیسے گم شدہ۔

② وَارِثُ: یعنی وہ زندہ افراد جو میت کا مال لینے والے ہوں۔

③ مَوْرُوْثُ: یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال، زمین یا سامان وغیرہ۔

سوال شرط کی تعریف اور شروط وراثت تحریر کیجیے؟

جواب **تعریف**: وہ چیز جس کے عدم سے دوسری چیز کا عدم لازم آئے اور اس کے وجود سے دوسری چیز کا وجود لازم نہ آئے۔ مثلاً ''وضو'' اس کے عدم سے نماز کا عدم لازم آتا ہے لیکن اس کے وجود سے نماز کا وجود لازم نہیں آتا۔

شروط وراثت: وراثت کی درج ذیل تین شرطیں ہیں:

① میت (مُوَرِّث) کی موت کے وقت وارث کا زندہ ہونا۔

② میت کی موت کا یقین ہونا۔

③ وراثت کے موانع کا نہ پایا جانا۔

سوال وراثت کے کتنے اسباب ہیں ہر ایک کی مختصر وضاحت کیجیے؟

جواب اسباب وراثت تین ہیں جن میں سے کسی ایک کی وجہ سے وارث بنا جاتا ہے۔

❶ **نسبی قرابت**: میت کے وہ ورثاء جو خونی رشتہ کی وجہ سے وارث بنتے ہیں ان کا تعلق فروع (اولاد یا اولاد کی اولاد) سے ہو یا اصول (والدین یا والدین کے والدین) سے یا اطراف (بھائی/چچا یا ان کی اولاد) سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾

''اور ہر مال میں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں ہم نے حقدار مقرر کیے ہیں۔''❶

❷ **نکاح**: عورت کے ساتھ صحیح نکاح ہو خواہ رخصتی و خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ﴾

''اور تمھاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمھارے لیے نصف ہے۔''❷

❸ **ولاء**: کوئی شخص غلام یا لونڈی کو آزاد کرے اور آزاد شدہ فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا اس کا وارث ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ»

''یقیناً ولاء (وراثت کا حق) اس کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔''❸

---

❶ النساء 4:33

❷ النساء 4:12

❸ صحیح البخاري، الزكاة، باب الصدقة علي موالي أزواج النبي ﷺ، حدیث: 1493

موانع وراثت

سوال وراثت سے مانع کتنے اسباب ہیں، ہر ایک کی وضاحت کیجیے؟

جواب وہ اسباب جن کی وجہ سے وارث، وراثت سے محروم ہو جاتا ہے وہ چار ہیں:

❶ **غلام ہونا**: غلام نہ خود وارث بنتا ہے، نہ اس کا کوئی وارث بنتا ہے، کیونکہ اس کی تمام کمائی مالک کی ملکیت ہوتی ہے، البتہ وہ غلام جس کا کچھ حصہ آزاد ہو وہ اپنے آزاد شدہ حصے کے مطابق وارث ہوگا۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا أَوْ مِيرَاثًا يَّرِثُ عَلٰى قَدْرِ مَا عَتَقَ مِنْهُ»

''جب مکاتب غلام، حد یا میراث کو پہنچے تو وہ آزاد شدہ حصے کے مطابق وارث بنایا جائے گا۔''[2]

❷ **قتل**: جس قتل کی وجہ سے قصاص یا دیت لازم آئے، اس قتل کی بنا پر قاتل وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا»

---

❶ غلام سے مراد دوران جنگ غیر مسلم گرفتار ہونے والے لوگ ہیں۔ موجودہ دور کے ملازم یا خادم اس زمرے میں نہیں آئیں گے بلکہ ان کے احکام عام آزاد مسلمانوں جیسے ہوں گے۔

❷ سنن أبي داود، الديات، باب دية المكاتب إذا كان عنده ما يؤدى، حديث: 4582، و جامع الترمذي، البيوع، باب ماجاء في المكاتب إذا كان عنده ما يؤدي، حديث: 1259 وقال حديث حسن

''قاتل کسی چیز کا بھی وارث نہیں بن سکتا۔''[1]

3 **اختلاف دین**: مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلاَ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ»

''مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔''[2]

4 **ولد زنا**: زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ اپنے زانی باپ کا اور باپ بچے کا وارث نہیں ہوگا۔ البتہ وہ اپنی ماں کا اور اس کی ماں اس کی وارث ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ»

''اولاد صاحب بستر کی ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔''[3]

یہی حکم ولد لِعان[4] کا ہے۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے دور میں اپنی بیوی سے لعان کیا اور بچے کا انکار کر دیا تو نبی ﷺ نے خاوند بیوی کے درمیان جدائی کر دی اور بچہ عورت کے ساتھ ملا دیا۔ اور پھر یہ اصول جاری ہوگیا:

«أَنَّهُ يَرِثُهَا وَتَرِثُ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللهُ لَهَا»

---

1 سنن أبي داود، الديات، باب ديات الأعضاء، حديث: 4564 وجامع الترمذي، الفرائض، باب ماجاء في إبطال ميراث القاتل، حديث: 2109 و قال: حديث صحيح

2 صحيح البخاري، الفرائض، باب لا يرث المسلم الكافر ......، حديث: 6764 وصحيح مسلم، الفرائض، باب لا يرث المسلم الكافر ......، حديث: 1614

3 صحيح البخاري، الحدود، باب للعاهر الحجر، حديث: 6818، و صحيح مسلم، الرضاع، باب الولد للفراش ......، حديث: 1458

4 لِعان سے مراد یہ ہوتا ہے کہ خاوند اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور بیوی اس کا انکار کرے تو دونوں عدالت میں حاضر ہو کر ایک دوسرے پر لعان کریں گے اور عدالت ان کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی کر دے گی۔

''وہ بچہ اپنی ماں کا اور ماں اپنے بچے کی وارث ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس کا حصہ مقرر کیا ہے۔'' [1]

[1] صحیح مسلم ' کتاب اللعان' حدیث: 1492

ترکہ کے متعلق امور

سوال میت کا ترکہ ورثاء میں کب تقسیم کرنا چاہیے؟

جواب میت کا ترکہ جب تین مراحل طے کر کے چوتھے میں پہنچے گا تو ورثاء میں تقسیم ہوگا یعنی ترکہ کے ساتھ چار حقوق تعلق رکھتے ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں:

❶ **کفن و دفن:** اگر کسی میت کے کفن و دفن کا انتظام کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس کے ترکہ میں سے مناسب انداز کے کفن و دفن کا انتظام کیا جائے گا۔

❷ **ادائیگئ قرض:** میت کے ذمے جتنا قرض ہو اسے ادا کیا جائے، خواہ ادائیگی میں تمام ترکہ صرف ہو جائے۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضٰى عَنْهُ»

''مومن کی جان اس کے قرضے سے لٹکی رہتی ہے جب تک ادا نہ کیا جائے۔''[2]

❸ **وصیت**[3]: میت کی جائز وصیت کو پورا کیا جائے۔ جائز وصیت کی تین شرطیں ہیں:

---

[1] جمہور کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بھی ضروری ہے جیسے حج، زکاۃ، کفارۂ نذر وغیرہ۔ کیونکہ ایک صحابی نے نبی ﷺ سے پوچھا: میری والدہ وفات پا گئی ہے اور اس کے ذمے ایک مہینے کے روزے ہیں۔ کیا میں اس کی طرف سے ادا کروں؟ آپ نے فرمایا جی ہاں اللہ کا قرض زیادہ حقدار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔ (صحيح البخاري، حديث: 1953)

[2] جامع الترمذي، الجنائز، باب أن نفس المؤمن معلقه ...... ، حديث : 1079,1078، و مسند أحمد: 508,440/2

[3] قرآن مجید میں وصیت کو قرض پر مقدم تاکید کے لیے کیا گیا ہے کیونکہ وصیت پورا کرنے میں عموماً غفلت کی جاتی ◂◂

(ا) ادائیگیٔ قرض کے بعد تہائی $\frac{1}{3}$ حصہ یا اس سے کم کی وصیت ہو جیسا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:

«أَفَأَتَصَدَّقُ بِالثُّلُثَيْنِ قَالَ: "لاَ"، قَالَ: فَبِالشَّطْرِ قَالَ: "لاَ"، قَالَ فَالثُّلُثُ، قَالَ: "الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ"»

''کیا میں اپنے دو تہائی مال کا صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں"۔ اس نے کہا آدھے حصے کا؟ آپ نے فرمایا: "نہیں"۔ اس نے کہا: تہائی مال کا صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا: "تہائی کا کردے، لیکن تہائی حصہ بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔'' [1]

(ب) ان ورثاء کے حق میں وصیت نہ کرے جو ترکہ میں سے حصہ لینے والے ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلاَ وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ»

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کا حق مقرر کردیا ہے اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔'' [2]

(ج) کسی حرام کام کی وصیت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِن جَٰهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَن تُشْرِكَ بِى مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾

◄◄ ہے۔ قرض کا مقدم ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم آیت میں پڑھتے ہو ﴿مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ﴾ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت سے پہلے قرض کی ادائیگی کا فیصلہ کیا ہے۔ (جامع الترمذي، حديث: 2122)

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: اللهم امض لأصحابى هجرتهم ......، حديث: 3936، و سنن أبي داود، الوصايا، باب ماجاء فيما يجوز للموصي في ماله، حديث: 2864 واللفظ له

[2] سنن أبي داود، البيوع في تضمين العادية، حديث: 3565، و جامع الترمذي، الوصايا، باب ماجاء لا وصية لوارث، حديث: 2120

''اور اگر وہ دونوں (ماں، باپ) تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تُو ان کا کہنا نہ ماننا۔''❶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ طَاعَةَ فِي الْمَعْصِيَةِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ»

''نافرمانی کے کاموں میں اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت تو صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔''❷

❹ **ورثاء میں تقسیم:** مذکورہ مراحل طے کرنے کے بعد باقی ماندہ ترکہ ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ پہلے اصحاب فرائض اور پھر عصبات کو دیا جائے گا۔ اوران کی عدم موجودگی میں ذوالارحام کو دیا جائے گا۔

نوٹ: اگر کسی قسم کا وارث نہ ہو تو ترکہ اسلامی حکومت کے بیت المال میں جمع ہو جائے گا۔ اگر شرعی بیت المال کا نظام نہ ہو تو جمہور علماء کے نزدیک میت کے ان غریب رشتہ داروں کو دیا جائے گا جو شرعی وارث نہیں ہیں۔ (واللہ اعلم)

❶ لقمان 15:31

❷ صحيح البخاري، أخبار الآحاد، باب ماجاء في إجازةالخبر الواحد الصدوق ......، حديث: 7257

مقررہ حصے اوران کے مستحقین

سوال فرائض سے کیا مراد ہے؟ قرآن کریم میں کون سے مقررہ حصے بیان کیے گئے ہیں؟

جواب فرائض اور فروض یہ فرض کی جمع ہیں جو اسم مفعول ''مفروض'' کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں جن سے مراد مقررہ حصہ ہے۔قرآن کریم میں چھ فرضی حصے بیان کیے گئے ہیں۔

نمبرشمار	عربی	اردو	ریاضی
1	اَلنِّصفُ	آدھا	$\frac{1}{2}$
2	اَلرُّبُعُ	چوتھائی	$\frac{1}{4}$
3	اَلثُّمُنُ	آٹھواں	$\frac{1}{8}$
4	اَلثُّلُثَانِ	دوتہائی	$\frac{2}{3}$
5	اَلثُّلُثُ	تہائی	$\frac{1}{3}$
6	اَلسُّدُسُ	چھٹا	$\frac{1}{6}$

سوال اصحاب الفرائض سے کیا مراد ہے اور کون کون سے ورثاء اصحاب الفرائض میں شامل ہیں؟

جواب وہ ورثاء جن کے حصے کتاب وسنت میں متعین کر دیے گئے ہیں۔ یہ کل بارہ افراد ہیں۔ چار مردوں میں سے اور آٹھ عورتوں میں سے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1-خاوند　　2-باپ　　3-دادا

4-مادری بھائی　　5-بیوی　　6-ماں

7-دادی ونانی (صحیحہ)　8-بیٹی　9-پوتی / پڑپوتی

10- حقیقی بہن　11-پدری بہن　12-مادری بہن

سوال اصحاب الفرائض کے حصوں کی تفصیل تحریر کریں؟

جواب ❶ خاوند (Husband): اس کی دو حالتیں ہیں:

① جب فوت شدہ بیوی کی کوئی فرع[1] وارث نہ ہو تو خاوند کو ترکہ میں سے نصف $\frac{1}{2}$ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾

''اگر تمھاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمھارے لیے نصف ہے۔''[2]

② جب بیوی کی کوئی فرع وارث ہو خواہ اسی خاوند سے ہو یا کسی پہلے خاوند سے تو خاوند کو ترکہ میں سے چوتھا $\frac{1}{4}$ حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ﴾

''اگر بیویوں کی اولاد ہو تو تمھارے لیے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے۔''[3]

❷ باپ (Father): اس کی تین حالتیں ہیں:

① جب میت کی مذکر فرع وارث ہو جیسے بیٹا، پوتا، وغیرہ تو باپ کو ترکہ میں سے چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا۔

② جب میت کی مونث فرع وارث ہو جیسے بیٹی، پوتی وغیرہ تو باپ چھٹے حصے کے ساتھ

---

❶ اولاد اور نرینہ اولاد کی اولاد ''فرع'' کہلاتی ہے مثلاً بیٹا، پوتا، پڑپوتا...... بیٹی، پوتی، پڑپوتی......

❷ النساء 4:12

❸ النساء 4:12

عصبہ بھی بنے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٞ﴾

''اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں سے چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ ہوگا۔'' [1]

③ جب میت کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو باپ بطور عصبہ وارث بنے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِن لَّمۡ يَكُن لَّهُۥ وَلَدٞ وَوَرِثَهُۥٓ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ ٱلثُّلُثُ﴾

''اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث والدین ہوں تو ماں کو تیسرا $\frac{1}{3}$ حصہ ملے گا۔'' [2]

باقی دو تہائی $\frac{2}{3}$ بطور عصبہ باپ کا ہوگا۔

❸ دادا (Grandfather): باپ کی عدم موجودگی میں دادا وارث بنتا ہے اور باپ کی مذکورہ تینوں حالتیں دادا پر جاری ہوں گی۔

❹ مادری بہن بھائی (Maternal Sister/Brother): (مادری بہن اور بھائی) وارثت میں برابر ہوتے ہیں اور ان کی تین حالتیں ہیں:

① اگر ایک ہو تو اس کے لیے چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ ہوگا۔

② اگر زیادہ ہوں تو ان کے لیے ایک تہائی $\frac{1}{3}$ حصہ ہوگا۔

③ اگر میت کی فرع وارث یا باپ دادا موجود ہوں تو یہ ترکہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

❶ النساء 11:4

❷ النساء 11:4

﴿وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَٰلَةً أَوِ ٱمْرَأَةٌ وَلَهُۥٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا ٱلسُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوٓا۟ أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ ۚ﴾

''اگر کوئی میت مرد یا عورت کلالہ ہو (جس کا اصل یا فرع میں سے کوئی نہ ہو) اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ایک کو چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا۔ اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ تیسرے $\frac{1}{3}$ حصے میں شریک ہوں گے۔''[1]

نوٹ: مادری بہن بھائی کو اصطلاح میں ''اَخیَافِی'' بہن بھائی کہا جاتا ہے۔ یہ (مذکر اور مونث) وراثت کے استحقاق اور آپس کی تقسیم میں برابر ہوتے ہیں۔

نیز ماں کی موجودگی میں بھی وارث بنتے ہیں۔ جبکہ دیگر ورثاء اس وارث کی موجودگی میں اکثر محروم ہو جایا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ میت کے رشتہ دار بنتے ہیں۔

5 بیوی (Wife): اس کی دو حالتیں ہیں:

① جب فوت شدہ خاوند کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو بیوی کو ترکہ میں سے چوتھا $\frac{1}{4}$ حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَهُنَّ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ﴾

''اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمہارے ترکہ میں سے چوتھا $\frac{1}{4}$ حصہ ہے۔''[2]

② جب خاوند کی فرع وارث ہو تو بیوی کو آٹھواں $\frac{1}{8}$ حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

1 النساء 4:12

2 النساء 4:12

﴿فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ ٱلثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم﴾

''اگر تمھاری اولاد ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں $\frac{1}{8}$ حصہ ہے۔''[1]

نوٹ: اگر بیوی اکیلی ہو تو تنہا چوتھا یا آٹھواں حصہ لے گی اگر زیادہ ہوں تو یہی حصہ آپس میں برابر تقسیم کرلیں گی۔ اور رجعی طلاق کی عدت میں بھی عورت وارث ہوگی۔

6 ماں (Mother): اس کی تین حالتیں ہیں:

① جب فوت شدہ بیٹے کی کوئی فرع وارث ہو یا ایک سے زیادہ بہن، بھائی ہوں تو ماں کو ترکہ میں سے چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٌ﴾

''اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ ہے۔''[2]

﴿فَإِن كَانَ لَهُۥٓ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ ٱلسُّدُسُ﴾

''اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کے لیے چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ ہے۔''[3]

② جب مذکورہ وارث (اولاد یا ایک سے زیادہ بہن بھائی) نہ ہوں تو ماں کو کل ترکہ کا ایک تہائی $\frac{1}{3}$ ملے گا۔

③ جب میت کے والدین کے ساتھ خاوند یا بیوی میں سے کوئی ہو تو ماں کو باقی ماندہ[4] ترکہ کا ایک تہائی $\frac{1}{3}$ حصہ ملے گا۔

---

1 النساء 4:12

2 النساء 4:11

3 النساء 4:11

4 باقی ماندہ سے مراد خاوند یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد بچنے والا حصہ ہوتا ہے۔ اسے مسئلہ عُمَرِیَّتَین کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا فیصلہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اس کی دو صورتیں ہیں: 1 خاوند، ماں اور باپ۔ 2 بیوی، ماں اور باپ۔

7 دادی و نانی (صحیحہ) (Grandmother): دادی اور نانی کو ترکہ میں چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا جب میت کی ماں موجود نہ ہو۔ اور باپ کی موجودگی میں دادی محروم ہو جاتی ہے البتہ نانی وارث بنتی ہے۔

نوٹ: میت کی دادی اور نانی دونوں ہوں تو چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ آپس میں برابر تقسیم کر لیں گی۔ اگر ایک ہو تو تنہا چھٹے $\frac{1}{6}$ حصے کی وارث بنے گی۔

قریبی کی موجودگی میں بعیدی محروم ہو جاتی ہے۔ مثلاً دادی کی موجودگی پڑدادی اور نانی کی موجودگی پڑنانی کو محروم کر دے گی۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس میت کی جدہ (نانی) آئی اور اپنی میراث کا سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا:

تیرا حصہ کتاب اللہ میں (بیان) نہیں ہے اس کے بارے میں مجھے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی معلوم نہیں اس لیے واپس چلی جاؤ۔ میں لوگوں سے (اس بارے) میں سوال کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو آپ نے جدہ (نانی) کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تیرے ساتھ اور کون تھا؟ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اسی طرح کہا جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے یہی حکم جاری کر دیا۔

پھر دوسری جدہ (دادی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (ان کے دور خلافت) میں آئی اور اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے فرمایا: کتاب اللہ میں تیرا کوئی حصہ (بیان) نہیں۔ البتہ وہی چھٹا حصہ ہے اگر تم دونوں (دادی اور نانی) ہو تو یہ چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ تمھارے درمیان مشترکہ ہوگا اگر کوئی اکیلی ہو تو صرف اس کے لیے ہوگا۔[1]

---

[1] جامع الترمذي 'الفرائض' باب ميراث الجدة' حديث: 2101 وقال هذا حديث حسن صحيح، وسنن أبي داود، الفرائض، حديث: 2894 قاضی حسین نے وضاحت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی میت کی نانی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی دادی تھی۔ اور ابن ماجہ کی ایک روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (تحفة الأحوذي: 229/6)

❽ بیٹی (Daughter): اس کی تین حالتیں ہیں:

① جب میت کی اولاد میں صرف ایک بیٹی ہو تو اسے آدھا $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا ٱلنِّصْفُ﴾

''اگر بیٹی اکیلی ہو تو اسے آدھا $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا۔''[1]

② جب ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو تہائی $\frac{2}{3}$ حصہ لیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ ٱثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾

''اگر بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ میں سے دو تہائی حصہ ہوگا۔''[2]

③ جب لڑکے اور لڑکیاں دونوں قسم کی اولاد ہو تو بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ بطور عصبہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوْلَٰدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ﴾

''اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہیں۔''[3]

❾ پوتی (Granddaughter): اس کی پانچ حالتیں ہیں:

① جب میت کی اولاد میں سے صرف ایک پوتی ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا۔

② جب ایک سے زیادہ ہوں تو انھیں دو تہائی $\frac{2}{3}$ حصہ ملے گا۔

---

[1] النساء 11:4
[2] النساء 11:4
[3] النساء 11:4

③ جب ایک یا زیادہ پوتیوں کے ساتھ ایک بیٹی بھی ہوتو انھیں چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ ملے گا اور بیٹی کو اس صورت میں نصف $\frac{1}{2}$ ملے گا۔

«قَضَى النَّبِيُّ ﷺ لِلاِبْنَةِ النِّصْفُ وَلِاِبْنَةِ الاِبْنِ السُّدْسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَلِلأُخْتِ مَا بَقِيَ»

''رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کے لیے نصف' پوتی کے لیے چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ دو تہائی کی تکمیل کے لیے اور باقی ماندہ بہن کے لیے ہوگا۔''[1]

④ جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہوتو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ اور (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ) کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیں گے۔

⑤ جب میت کا بیٹا یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو یہ محروم ہوجاتی ہیں۔

⑩ حقیقی بہن (Sister): اس کی پانچ حالتیں ہیں:

① جب میت کی صرف ایک بہن ہوتو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي ٱلْكَلَٰلَةِ ۚ إِنِ ٱمْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُۥ وَلَدٌ وَلَهُۥٓ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ﴾

''وہ آپ سے (کلالہ کے بارے) میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے: اللہ تعالیٰ تمھیں کلالہ کے بارے فرماتا ہے اگر کوئی مرد بغیر اولاد کے فوت ہوجائے اور اس کی ایک (حقیقی یا پدری) بہن ہوتو اسے نصف ملے گا۔''[2]

② جب ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو دو تہائی $\frac{2}{3}$ ملے گا۔

[1] صحيح البخاري، الفرائض، باب ميراث ابنة ابنٍ مع ابنةٍ، حديث:6736 و سنن أبي داود، الفرائض، باب ما جاء في ميراث الصلب، ح:2890

[2] النساء 4:176

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَإِن كَانَتَا ٱثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا ٱلثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ﴾

''اگر بہنیں دو (یا دو) سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ میں سے دو تہائی ہے۔'' [1]

③ جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو ان کو بطور عصبہ حصہ ملے گا اور ''لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ'' کے مطابق آپس میں تقسیم کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِن كَانُوٓاْ إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ ﴾

''اگر بھائی مذکر اور مونث (دونوں قسم کے) ہوں تو مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہوں گے۔'' [2]

④ جب میت کی مونث فرع وارث ہوں تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔

⑤ جب میت کی مذکر فرع وارث ہوں یا باپ موجود ہو تو محروم ہو جاتی ہیں۔

⑪ پدری بہن (Paternal Sister): اس کی چھ (6) حالتیں ہیں:

① جب میت کی صرف ایک پدری بہن ہو اور حقیقی بہن نہ ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔

② جب یہ ایک سے زیادہ ہوں اور حقیقی بہن نہ ہو تو دو تہائی لیں گی۔

③ ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں چھٹا $\frac{1}{6}$ حصہ کی وارث بنے گی تا کہ دو تہائی $\frac{2}{3}$ مکمل ہو جائے۔

④ جب ان کے ساتھ ان کا بھائی یا میت کی مونث فرع وارث ہو تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔

---

[1] النساء 4:176

[2] النساء 4:176

⑤ جب میت کی، مذکر فرع، باپ یا حقیقی بھائی وارث ہوتو یہ محروم ہوجاتی ہیں۔

⑥ دو حقیقی بہنوں کی موجودگی میں بھی یہ محروم ہوجاتی ہیں۔ اِلّا یہ کہ ان کے ساتھ پدری بھائی ہو۔اس وقت بطور عصبہ وارث ہوں گی۔

نوٹ: مادری بہنوں کی وراثت کا ذکر مادری بھائیوں کے ساتھ ص 12 پر گزر چکا ہے۔

عصبات

سوال عصبہ کی تعریف اور اس کی اقسام وضاحت سے لکھیں۔

جواب **عصبہ کی تعریف**: عصبہ کے لغوی معنیٰ' مضبوط کرنے اور جوڑنے کے ہیں۔

اصطلاحی معنی: میت کے وہ قریبی رشتہ دار جن کے حصے متعین نہیں ہیں بلکہ اصحاب الفرائض سے بچا ہوا ترکہ لیتے ہیں۔ اور ان کی عدمِ موجودگی میں تمام ترکہ کے وارث بنتے ہیں۔

عصبہ کی اقسام: اس کی دو بڑی قسمیں ہیں:

① عصبہ نسبی ② عصبہ سببی

① عصبہ نسبی: جو خونی رشتہ کی وجہ سے عصبہ بنتے ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

(ل) **عصبہ بالنفس**: میت کے وہ مذکر رشتہ دار کہ انکی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کسی مونث کا واسطہ نہ آئے۔ اس کی بالترتیب چار جہات ہیں:

① بیٹے کی جہت: یعنی میت کا بیٹا' اس کی عدمِ موجودگی میں پوتا پھر پڑپوتا...... الخ.

② باپ کی جہت: یعنی میت کا باپ' اس کی عدمِ موجودگی میں دادا پھر پڑدادا...... الخ.

③ بھائی کی جہت: یعنی میت کا بھائی' اس کی عدمِ موجودگی میں بھتیجا...... الخ.

④ چچا کی جہت: یعنی میت کا چچا' اس کی عدمِ موجودگی میں چچا کا بیٹا...... الخ.

(ب) **عصبه بالغیر**: ہر وہ مونث جو صاحب فرض ہو اور اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنے۔ اور یہ چار فرد ہیں: ① بیٹی ② پوتی یا پڑپوتی ③ حقیقی بہن ④ پدری بہن۔ ان میں ترکہ (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ) کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

(ج) **عصبه مع الغیر**: ہر وہ مونث جو کسی دوسری مونث کی وجہ سے عصبہ بنے اس میں صرف حقیقی بہن اور پدری بہن آتی ہے جس وقت بیٹی یا پوتی کے ساتھ مل کر آئے۔

② عصبہ سببی: آزاد کردہ غلام فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا مالک اس کا وارث بنے گا۔ اسے عصبہ سببی کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ»

''ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔''[1]

ملاحظه ① عصبات میں سے عصبہ بالنفس کی پہلی قسم (بیٹے کی جہت) وراثت میں سب سے مقدم ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دوسری' پھر تیسری اور پھر چوتھی کا اعتبار کیا جائے گا۔

② وراثت میں اس عصبہ کو مقدم کیا جائے گا جو درجہ میں میت کے زیادہ قریب ہوگا۔ مثلاً بیٹا' پوتے سے زیادہ حقدار ہوگا۔

③ قوی قرابت والا ضعیف سے مقدم ہوگا۔ مثلاً حقیقی بھائی' پدری بھائی سے مقدم ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَعْيَانَ بَنِي الْأُمِّ يَتَوَارَثُونَ دُونَ بَنِي الْعَلَّاتِ»

''یقیناً حقیقی بہن بھائی وارث ہوں گے پدری بھائیوں کے علاوہ۔''[2]

---

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب الشراء و البيع مع النساء، حديث: 2156، و صحيح مسلم، العتق، باب بيان إن الولاء لمن اعتق، حديث : 1504

[2] مسند أحمد: 79/1، و جامع الترمذي، الفرائض، باب ماجاء في ميراث الإخوه من الأب و الأم، حديث: 2095

حجب

سوال حجب کا لغوی واصطلاحی معنی اور اس کی اقسام تحریر کریں؟

جواب حجب کے لغوی معنی روکنے' پردہ کرنے کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر کسی وارث کو دوسرے وارث کے پائے جانے کی وجہ سے اس کے کل یا بعض حصے سے محروم کردینا ''حجب'' کہلاتا ہے۔

اقسام: حجب کی دو قسمیں ہیں:① حجب نقصان۔② حجب حرمان۔

① **حجب نقصان:** کسی وارث کا دوسرے کے پائے جانے کی وجہ سے زیادہ حصے سے کم حصے کی طرف منتقل ہوجانا۔مثلاً خاوند کا اولاد کی وجہ سے نصف سے چوتھائی حصے کی طرف منتقل ہوجانا۔اور یہ صرف پانچ افراد میں واقع ہوتا ہے۔

(۱) خاوند۔(۲) بیوی۔(۳) ماں۔(۴) پوتی۔(۵) پدری بہن۔

② **حجب حرمان:** کسی وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے کل حصے سے محروم ہوجانا مثلاً بیٹے کی موجودگی میں پوتے کا اور باپ کی موجودگی میں دادا کا محروم ہوجانا۔ حجب حرمان' والدین زوجین اور اولاد کے علاوہ تمام میں ممکن ہوتا ہے۔

حجب حرمان معلوم کرنے کے دو اصول ہیں:

① جس وارث کی وجہ سے کوئی میت کی طرف منسوب ہو اس کی موجودگی میں وہ محروم ہوجاتا ہے۔مثلاً باپ کی موجودگی میں دادا کا محروم ہوجانا ہے۔

② قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں بعیدی محروم ہوجاتا ہے' مثلاً بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہوجاتا ہے۔

تأصیل فروض

سوال اصل مسئلہ معلوم کرنے کا اصول تحریر کیجیے؟

جواب **اصل مسئله:** وہ سب سے چھوٹا عدد جس سے فرضی حصے بغیر کسر کے نکالے جاسکیں۔ اسے ''اَصْلُ الْمَسْأَلَة' رَأسُ الْمَسْئَلَة یا مَخْرَج'' کہتے ہیں۔

کتاب اللہ میں چھ (6) متعین حصے ہیں۔ جو تضعیف اور تنصیف کے ساتھ مندرجہ ذیل گروپوں پر مشتمل ہیں۔ [1]

گروپ اول	گروپ دوم
نصف $\frac{1}{2}$	ثلثان $\frac{2}{3}$
ربع $\frac{1}{4}$	ثلث $\frac{1}{3}$
ثمن $\frac{1}{8}$	سدس $\frac{1}{6}$

اصل مسئله کے اصول: کوئی بھی مسئلہ مندرجہ ذیل سات عددوں میں سے کسی ایک پر مشتمل ہوگا۔ 2، 3، 4، 6، 8، 12، 24

اصل مسئلہ معلوم کرنے کے مندرجہ ذیل پانچ قواعد ہیں:

① اگر مذکورہ حصے والوں میں سے کوئی ایک فرد ہو تو اسی کے ہم نام عدد پر مسئلہ بنے گا سوائے نصف کے کیونکہ اس کا مسئلہ ''2'' پر بنتا ہے۔

---

[1] تضعیف سے مراد کسی چیز کو دوگنا کرنا اور تنصیف سے مراد کسی چیز کو آدھا کرنا۔ یعنی ثُمُن کی تضعیف ربع اور رُبُع کا دوگنا نصف ہوگا۔ اور نصف کی تنصیف آدھا رُبُع اور ربع کی تنصیف ثُمُن ہوگی۔ اسی طرح پورے گروپ کی تضعیف و تنصیف ہوگی۔

نصف کا اصل مسئلہ = 2	ثلثان کا اصل مسئلہ = 3
ربع کا اصل مسئلہ = 4	ثلث کا اصل مسئلہ = 3
ثمن کا اصل مسئلہ = 8	سدس کا اصل مسئلہ = 6

② اگر ایک ہی گروپ سے تعلق رکھنے والے دو یا تین فرد جمع ہو جائیں تو اس بڑے عدد پر مسئلہ بنے گا جس سے اس کے ہم نام کا حصہ، اس سے دوگنا کا حصہ اور دوگنا کے دوگنا کا حصہ نکل سکے جیسے نصف، ربع اور ثمن لینے والے جمع ہو جائیں تو مسئلہ "8" پر بنے گا۔

③ اگر پہلے گروپ کا "نصف" دوسرے گروپ کے بعض یا کل سے مل جائیں تو مسئلہ "6" پر بنے گا جیسے۔ نصف، ثلثان اور سدس لینے والے جمع ہو جائیں تو مسئلہ "6" پر بنے گا۔

④ اگر پہلے گروپ کا "ربع" دوسرے گروپ کے بعض یا کل سے مل جائے تو مسئلہ "12" پر بنے گا جیسے ربع، ثلثان اور سدس لینے والے جمع ہو جائیں تو مسئلہ "12" پر بنے گا۔

⑤ اگر پہلے گروپ کا "ثمن" دوسرے گروپ کے بعض یا کل سے مل جائیں تو مسئلہ "24" پر بنے گا۔ جیسے ثمن، ثلثان اور سدس لینے والے جمع ہو جائیں تو مسئلہ "24" پر بنے گا۔

مسئلہ کی اقسام:

① **عادلہ**: جب مقررہ حصے اصل مسئلہ کے برابر ہوں تو اسے "مسئلہ عادلہ" کہتے ہیں۔ مثلاً

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ "6"
بیٹیاں	$\frac{2}{3}$	4
ماں	$\frac{1}{6}$	1
باپ	$\frac{1}{6}$+عصبہ	1

پس اصل مسئلہ "6" ہے اور ورثاء کے حصوں کا مجموعہ بھی "6" ہے۔

② **عائلہ(زائدہ)**: جب مقررہ حصے اصل مسئلہ سے بڑھ جائیں تو اسے ''مسئلہ عائلہ'' کہتے ہیں۔ مثلا

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ''6''
ماں	$\frac{1}{6}$	1
2 مادری بہنیں	$\frac{1}{3}$	2
2 حقیقی بہنیں	$\frac{2}{3}$	4

پس اصل مسئلہ''6'' ہے اور مقررہ حصوں کا مجموعہ''7'' ہے۔

③ **ردّیہ (ناقصہ)**: جب مقررہ حصے اصل مسئلہ سے کم رہ جائیں اور کوئی عصبات میں سے نہ ہو تو اسے ''مسئلہ ردّیہ'' کہتے ہیں۔ مثلاً

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ''6''
ماں	$\frac{1}{6}$	1
بیٹی	$\frac{1}{2}$	3

اصل مسئلہ''6'' ہے اور ورثاء کے حصوں کا مجموعہ''4'' ہے۔

ملاحظہ: ورثاء کی مندرجہ ذیل چار صورتیں ہیں:

① ورثاء صرف اصحاب الفرائض ہوں

② اصحاب الفرائض کے ساتھ عصبہ بھی

③ صرف مرد عصبہ ہوں

④ مرد اور خواتین دونوں طرح کے عصبہ

پہلی اور دوسری قسم کے اصول مذکورہ بالا قواعد کے مطابق ہوں گے۔

تیسری اور چوتھی قسم میں افراد کی تعداد کے مطابق اصل مسئلہ بنایا جائے گا۔

البتہ چوتھی قسم میں مرد، دو عورتوں کے برابر تصور کر کے اصل مسئلہ بنایا جائے گا کیونکہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملتا ہے مثلاً میت بیٹی اور بیٹا چھوڑ کر فوت ہو جائے تو مسئلہ "3" پر بنے گا۔

عول

سوال عول کی تعریف اور حکم تحریر کریں' نیز واضح کریں کہ عول کتنے اصول میں واقع ہوتا ہے؟

جواب اس کے لغوی معنی ظلم وزیادتی کرنے' تنگ کرنے اور بلند کرنے کے آتے ہیں۔

تعریف: اصحاب الفرائض کے حصوں کی تعداد کا اصل مسئلہ سے بڑھ جانا ''عول'' کہلاتا ہے اور اس صورت میں ہر وارث کے مقررہ حصے میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

حکم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے عول کے ساتھ فیصلہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اتفاق ہے اور جمہور کا بھی اس پر عمل رہا ہے۔

عول کا وقوع: جن پر مسائل وراثت واقع ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل سات اصل ہیں:

2' 3' 4' 6' 8' 12' 24

ان میں سے مندرجہ ذیل صرف تین میں کبھی کبھی عول واقع ہوتا ہے

6' 12' 24

① 6 کا عول 10 تک طاق وجفت تمام عددوں میں واقع ہوتا ہے' مثلاً

	ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ ''6''	عول ''7''
①	خاوند	$\frac{1}{2}$	3	3
	2 حقیقی بہنیں	$\frac{2}{3}$	4	4

اصل مسئلہ ''6'' اور عول ''7'' ہے۔

②

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ "6"	عول "8"
خاوند	$\frac{1}{2}$	3	3
ماں	$\frac{1}{6}$	1	1
حقیقی بہنیں "2"	$\frac{2}{3}$	4	4

اصل مسئلہ "6" اور عول "8" ہے۔

③

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ "6"	عول "9"
خاوند	$\frac{1}{2}$	3	3
مادری بہنیں "2"	$\frac{1}{3}$	2	2
حقیقی بہنیں "2"	$\frac{2}{3}$	4	4

اصل مسئلہ "6" اور عول "9" ہے۔

④

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ "6"	عول "10"
خاوند	$\frac{1}{2}$	3	3
ماں	$\frac{1}{6}$	1	1
مادری بہنیں "2"	$\frac{1}{3}$	2	2
حقیقی بہنیں "2"	$\frac{2}{3}$	4	4

اصل مسئلہ "6" اور عول "10" ہے۔

② 12 کا عول 17 تک طاق اعداد میں آتا ہے۔ مثلاً

①

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ "12"	عول "13"
بیوی	$\frac{1}{4}$	3	3
ماں	$\frac{1}{6}$	2	2
حقیقی بہنیں "2"	$\frac{2}{3}$	8	8

اصل مسئلہ "12" اور عول "13" ہے۔

②

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ "12"	عول "15"
بیوی	$\frac{1}{4}$	3	3
مادری بہنیں "2"	$\frac{1}{3}$	4	4
حقیقی بہنیں "2"	$\frac{2}{3}$	8	8

اصل مسئلہ "12" اور عول "15" ہے۔

③

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ "12"	عول "17"
بیوی	$\frac{1}{4}$	3	3
ماں	$\frac{1}{6}$	2	2
مادری بہنیں "2"	$\frac{1}{3}$	4	4
حقیقی بہنیں "2"	$\frac{2}{3}$	8	8

اصل مسئلہ "12" اور عول "17" ہے۔

④ 24 کا عول صرف 27 آتا ہے۔

ورثاء	مقررہ حصہ	مسئلہ ''24''	عول ''27''
بیوی	$\frac{1}{8}$	3	3
بیٹیاں ''2''	$\frac{2}{3}$	16	16
ماں	$\frac{1}{6}$	4	4
باپ	$\frac{1}{6}$	4	4

اصل مسئلہ ''24'' اور عول ''27'' ہے۔

اعداد میں نسبت

جب کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ صاحب فرض (مقررہ حصے والے) ہوں تو نسبتِ اربعہ کی مدد سے تصحیحِ مسئلہ کا عدد نکالا جاتا ہے۔

نسبتِ اربعہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تماثُل۔ (۲) تداخُل۔ (۳) توافُق۔ (۴) تبایُن

① **تماثُل**: دو عدد ایک دوسرے کے مساوی ہوں تو اسے نسبت ''تماثُل'' کہتے ہیں۔ مثلاً:

3:3

② **تداخُل**: دو عددوں میں سے ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہو، چھوٹا عدد بڑے کو پورا پورا تقسیم کر دے تو اسے نسبت ''تداخُل'' کہتے ہیں۔ مثلاً 6:3

③ **توافُق**: دو عدد ہوں ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہو اور چھوٹا عدد بڑے کو پورا تقسیم نہ کر سکے بلکہ تیسرا عدد دونوں کو تقسیم کرے تو اسے نسبت ''توافُق'' کہتے ہیں۔ مثلاً: 8:6

④ **تبایُن**: اگر دو عددوں میں سے چھوٹا عدد بڑے کو تقسیم نہ کر سکے اور نہ ہی تیسرا عدد دونوں کو تقسیم کرے تو اسے نسبت ''تبایُن'' کہتے ہیں۔ مثلاً 9:7

اگر اصحاب الفرائض کے حصص متماثل ہوں تو کسی ایک عدد کو مسئلہ بنایا جائے گا مثلاً خاوند اور ایک بہن وارث ہوں تو دونوں کو نصف نصف ملے گا اور اصل مسئلہ ''2'' پر بنے گا۔ اگر نسبت تداخل کی ہو تو بڑے عدد پر مسئلہ بنایا جائے گا۔ مثلاً ماں اور ایک مادری بھائی وارث ہوں تو 6:3 میں تداخل ہے اس لیے مسئلہ ''6'' پر بنے گا۔

اگر نسبت توافق کی ہو تو دونوں عددوں میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب

دی جائے گی اور حاصل ضرب پر مسئلہ بنایا جائے گا۔ مثلاً خاوند، ماں، تین بیٹے اور بیٹی وارث ہوں تو خاوند کو ''$\frac{1}{4}$'' ماں کو ''$\frac{1}{6}$'' اور اولاد کو باقی ماندہ ملے گا۔ 6:4 میں نسبت توافق کی ہے پہلے کے وفق یعنی ''2'' کو دوسرے کے کل یعنی ''6'' میں ضرب دی یا پہلے کے کل یعنی ''4'' کو دوسرے کے وفق یعنی ''3'' میں ضرب دی تو ''12'' حاصل ہوا۔

اگر نسبت تباین ہو تو ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دی جائے گی اور حاصل ضرب پر مسئلہ بنایا جائے گا مثلاً خاوند، ماں اور بھائی ہوں تو خاوند کو ''$\frac{1}{2}$'' ماں کو ''$\frac{1}{3}$'' اور بھائی عصبہ بنے گا۔ 3:2 میں تباین ہے تو ضرب دینے سے ''6'' حاصل ہوا، اسی پر مسئلہ بنے گا۔

تصحیح

سوال تصحیح کسے کہتے ہیں اور اس کے اصول کی وضاحت کریں؟

جواب لغوی اعتبار سے تصحیح کے معنی درست کرنے کے ہیں۔

تعریف: وہ عدد جس سے ہر وارث کا حصہ بغیر کسر کے حاصل کیا جا سکے۔

اصول تصحیح: مسائل کی تصحیح کے لیے سات اصولوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

① جب ہر فریق کا حصہ بلا کسر اس کے افراد پر تقسیم ہو جائے تو اس کی تصحیح اصل مسئلہ پر ہی ہوگی، اگر مسئلہ عول والا ہو تو عول پر تصحیح ہوگی۔ مثلاً

ورثاء	مسئلہ "6"
2 بیٹیاں	4
ماں	1
باپ	1

ورثاء	مسئلہ "6"	عول "7"
خاوند	3	3
2 حقیقی بہنیں	4	4

② جب کسی ایک فریق کے سہام (حصے) میں کسر واقع ہو اور ان کے سہام اور رؤس

(افراد) میں نسبت توافق کی ہو تو وفقِ عدد کو اصل مسئلہ سے ضرب دی جائے گی۔
اور حاصل ضرب سے مسئلے کی تصحیح ہو جائے گی، مثلاً:

ورثاء	مسئلہ ''6''	تصحیح ''30''
10 بیٹیاں	4	20
ماں	1	5
باپ	1	5

بیٹیوں کے رؤوس ''10'' اور سہام ''4'' میں نسبت توافق کی ہے۔ عدد رؤوس ''10'' کے وفق ''5'' کو اصل مسئلہ ''6'' میں ضرب دی تو تصحیح ''30'' ہوئی۔

اگر مسئلہ عولی ہو تو عول سے بھی ضرب دی جائے گی، مثلاً:

ورثاء	مسئلہ ''6''	عول ''8''	تصحیح مسئلہ ''18''	تصحیح عول ''24''
خاوند	3	3	9	9
دادی	1	1	3	3
6 بہنیں	4	4	12	12

بہنوں کے رؤوس ''6'' اور سہام ''4'' میں توافق ہے لہٰذا ''6'' کے توافق ''3'' کو اصل مسئلہ ''6'' اور عول ''8'' میں ضرب دی۔

نوٹ: تقسیم کا طریقہ یہ ہوگا کہ جس جزءالسہم (حظ الواحد من السہم) کو اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دی ہو اس کے ساتھ ہر فریق کے حصے کو ضرب دی جائے۔ تو ہر فریق کا حصہ حاصل ہو جائے گا۔ اگر ہر فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اسے عدد افراد پر تقسیم کر دیا جائے مثلاً مذکورہ مسئلہ ''10'' بیٹیوں کا حصہ ''4'' ہے جو ان کے درمیان بلا کسر تقسیم نہیں ہو سکتا اور رؤوس ''10'' اور سہام ''4'' کے

درمیان نسبت توافق کی ہے اور رؤوس کا وفق ''5'' نکلا جس کو ''جزء السہم'' کہتے ہیں۔ اس کو اصل مسئلہ ''6'' کے ساتھ ضرب دی تو تصحیح ''30'' حاصل ہوئی۔ اس تصحیح میں سے بیٹیوں کا حصہ دو تہائی نکالیں تب بھی ''20'' آئے گا۔ اگر مذکورہ قاعدے کے مطابق جزء السہم ''5'' کو بنات کے سہام ''4'' کے ساتھ ضرب دی جائے تب بھی ''20'' حاصل ہوگا۔

③ جب کسی ایک فریق کے سہام میں کسر واقع ہو اور ان کے سہام اور رؤوس میں نسبت تباین کی ہو تو کل عدد ''رؤوس'' کو اصل مسئلہ سے ضرب دی جائے گی۔ پھر ہر فرد یا فریق کا حصہ نکالنے کے لیے مذکورہ طریقہ اختیار کیا جائے گا، مثلاً:

ورثاء	مسئلہ ''6''	تصحیح ''42''
''7'' بیٹیاں	4	28
ماں	1	7
باپ	1	7

اگر مسئلہ عولی ہو تو عول میں بھی ضرب دی جائے گی، مثلاً:

ورثاء	مسئلہ ''6''	عول ''7''	تصحیح مسئلہ ''30''	تصحیح عول ''35''
خاوند	3	3	15	15
5 بہنیں	4	4	20	20

جب کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ فریق کے حصوں میں کسر واقع ہو تو اس کے حل کے لیے عدد مثبت نکالنے کی ضرورت ہوگی۔ جس کا طریقہ یہ ہے:

اگر عدد رؤوس اور ان کے سہام کے درمیان نسبت توافق کی ہو تو عدد رؤوس کا وفق عدد مثبت ہوگا۔ اگر نسبت تباین کی ہو تو مکمل عدد رؤوس عدد مثبت ہوگا۔ پھر تمام فریقوں کے مثبت

عددوں کے درمیان نسبت اربعہ دیکھ کر مسئلہ حل کیا جائے گا۔اس طرح اس کی مندرجہ ذیل چار صورتیں ہوں گی۔

④ جب اعداد مثبت کے درمیان نسبت تماثُل کی ہو تو کسی بھی مثبت عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دی جائے گی، مثلاً:

ورثاء	مسئلہ ''6''	تصحیح ''18''
6 بیٹیاں	4	12
3 جدہ	1	3
3 چچا	1	3

بیٹیوں کے رووس ''6'' اور سہام ''4'' میں نسبت تماثل کی ہے تو ''6'' کا وفق ''3'' ہوا۔
اب تمام ورثاء کے رووس میں تماثل ''3'' پائی گئی۔
اور اگر مسئلہ عولی ہو تو عول میں بھی ضرب دی جائے گی، مثلاً:

مسئلہ عولی:

ورثاء	مسئلہ ''6''	عول ''7''	تصحیح مسئلہ ''18''	تصحیح عول ''21''
6 بہنیں	4	4	12	12
3 جدہ	1	1	3	3
3 مادری بھائی	2	2	6	6

⑤ جب اعداد مثبت میں نسبت تداخل کی ہو تو بڑے عدد کو ''جزء السہم'' بنا کر اصل

مسئلہ میں ضرب دی جائے گی۔ اگر مسئلہ عولی ہو تو عول میں بھی ضرب دی جائے گی۔ مثلاً

ورثاء	مسئلہ "3"	تصحیح "12"
2 مادری بھائی	1	4
4 پدری بھائی	2	8

اصل مسئلہ "3" تھا کسر ختم کرنے کے لیے افراد رؤوس میں نسبت دیکھی تو 4:2 میں تداخل تھا تو بڑے عدد "4" کو جزء السہم بنا کر اصل مسئلہ میں ضرب دی تو تصحیح "12" حاصل ہوئی۔

ورثاء	مسئلہ "6"	عول "8"	تصحیح مسئلہ "54"	تصحیح عول "72"
خاوند	3	3	27	27
3 جدہ	1	1	9	9
9 بہنیں	4	4	36	36

اصل مسئلہ "6" اور عول "8" ہے جزء السہم "9" کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تو "54" اور عول میں ضرب دی تو "72" حاصل ہوا۔

⑥ جب اعداد مثبت میں نسبت توافق کی ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دی جائے گی اور حاصل ضرب کو تیسرے کے وفق میں ضرب دی جائے گی (اگر نسبت توافق کی ہو) پھر حاصل ضرب "جزء السہم" کو اصل مسئلہ سے ضرب دی جائے گی۔ اگر مسئلہ عولی ہو تو عول میں بھی ضرب دی جائے گی۔ مثلاً

ورثاء	مسئلہ "12"	تصحیح "720"
4 بیویاں	3	180
حقیقی بہن	6	360
6 12 پدری بہن	2	120
10 چچا	1	60

اصل مسئلہ "12" ہے کسر ختم کرنے کے لیے رؤوس "10:6:4" میں نسبت دیکھی تو نسبت توافق کی تھی۔ ایک کے کل "4" کو دوسرے کے وفق "3" میں ضرب دی تو "12" حاصل ہوا، اور حاصل ضرب کو تیسرے "10" کے وفق "5" میں ضرب دی تو "60" جزء السہم حاصل ہوا اس کو اصل مسئلہ "12" سے ضرب دی تو تصحیح "720" حاصل ہوئی۔

ورثاء	مسئلہ "12"	عول "13"	تصحیح مسئلہ "432"	تصحیح عول "468"
4 بیویاں	3	3	108	108
6 12 بہنیں	8	8	288	288
9 جدہ	2	2	72	72

اصل مسئلہ "12" اور عول "13" ہے رؤوس "9:6:4" میں نسبت دیکھی تو "6:4" میں نسبت توافق کی ہے تو ایک کے کل کو دوسرے کے وفق میں ضرب دی تو "12" حاصل ہوا اب "9:12" میں نسبت دیکھی تو توافق کی نسبت تھی۔ ایک کے کل کو دوسرے کے وفق میں ضرب دی تو "36" جزء السہم حاصل ہوا اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تو تصحیح "432" اور عول میں ضرب دینے سے "468" حاصل ہوا۔

⑦ جب اعداد مثبت میں نسبت تباین کی ہو تو ایک کے کل عدد کو دوسرے میں ضرب

دی جائے گی۔ پھر حاصل ضرب کو تیسرے کے کل میں ضرب دی جائے گی (اگر ان میں بھی نسبت تباین کی ہو) پھر حاصل ضرب (جزءالسہم) کو اصل مسئلہ میں ضرب دی جائے گی۔ اگر مسئلہ عولی ہو تو عول میں بھی ضرب دی جائے گی۔ مثلاً

ورثاء	مسئلہ ''24''	تصحیح ''5040''
2 بیویاں	3	630
6 جدہ (3)	4	840
10 بیٹیاں (5)	16	3360
7 چچا	1	210

جزءالسہم ''210'' اور اصل مسئلہ ''24'' ہے۔ کسر ختم کرنے کے لیے رؤوس کے مثبت اعداد ''7:5:3:2'' میں نسبت دیکھی تو تباین کی تھی۔ ضرب دینے سے جزءالسہم ''210'' حاصل ہوا۔ اسے اصل مسئلہ میں ضرب دی تو ''5040'' حاصل ہوا۔

ورثاء	مسئلہ ''12''	عول ''13''	تصحیح مسئلہ ''720''	تصحیح عول ''780''
4 زوجات	3	3	180	180
3 حقیقی بہنیں	8	8	480	480
5 جدہ	2	2	120	120

اصل مسئلہ ''12'' اور عول ''13'' ہے رؤوس کے اعداد مثبت ''5:3:4'' میں نسبت تباین کی ہے ضرب دینے سے جزءالسہم ''60'' حاصل ہوا۔ اسے اصل مسئلہ سے ضرب دی تو ''720'' حاصل ہوا۔ اور عول سے ضرب دی تو ''780'' حاصل ہوا۔

رَدّ

سوال رد کا لغوی و اصطلاحی معنی اور اقسام کی وضاحت کیجیے؟

جواب لغوی معنی لوٹانا' واپس کرنا۔

تعریف: اصحاب الفرائض کے حصوں کے بعد اصل مسئلہ سے باقی ماندہ انہی پر لوٹا دینے کو ''رد'' کہتے ہیں۔

فرائض کی اقسام باعتبار رد: اصحاب الفرائض کی باعتبار ردّ کے دو قسمیں ہیں:

① جن پر رد نہیں کیا جاتا' ان کو ''مَنْ لَّا یُرَدُّ'' کہتے ہیں اور وہ خاوند اور بیوی ہیں۔

② جن پر رد کیا جاتا ہے انہیں ''مَنْ یُرَدُّ'' کہتے ہیں اور وہ خاوند اور بیوی کے علاوہ ورثاء ہیں۔

دونوں کو ملانے سے رد کی چار صورتیں بنتی ہیں اور ہر صورت کے لیے الگ قاعدہ ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

① مسئلہ میں ''مَنْ یُرَد'' کی صرف ایک جنس ہو اور ساتھ ''مَنْ لَا یُرَد'' نہ ہوں تو مسئلہ رؤوس کی تعداد پر بنے گا۔ مثلاً

ورثاء	مسئلہ''3''	رد''2''
بیٹی	1	1
بیٹی	1	1

اصل مسئلہ''3'' ہے اور اصحاب الفرائض ایک ہی جنس سے تعلق رکھنے والے دو فرد ہیں تو مسئلہ رد''2'' پر بنایا گیا۔

② مسئلہ میں "مَنْ یُرَد" کی مختلف جنسیں ہوں اور ساتھ "مَنْ لَا یُرَد" نہ ہوں تو مسئلہ سہام کے مجموعے پر بنے گا۔ مثلاً

ورثاء	مسئلہ"6"	رد"5"
بیٹی	3	3
پوتی	1	1
ماں	1	1

اصل مسئلہ"6" ہے "مَنْ یُرَد" مختلف اجناس ہیں جن کے سہام کا مجموعہ"5" ہے اس لیے مسئلہ اس پر بنایا گیا۔

③ مسئلہ میں مَنْ یُرَد صرف ایک جنس ہو اور ساتھ مَنْ لَا یُرَد بھی ہو تو مسئلہ اس عدد پر بنایا جائے گا جس سے زوجین کا فرض حصہ نکل سکے۔ اگر باقی ماندہ ورثاء پر پورا تقسیم ہو تو بہتر ہے ورنہ تصحیح والا اصول استعمال کیا جائے گا۔ مثلاً

ورثاء	مسئلہ"12"	رد"4"
خاوند	3	1
3 بیٹیاں	8	3

اصل مسئلہ"12" ہے اور ورثاء کے فرضی حصوں کا مجموعہ"11" ہے اس لیے مسئلہ رد والا بنا۔ چنانچہ خاوند کا فرضی حصہ"4" سے نکل سکتا تھا تو مسئلہ رد"4" بنایا۔ اور خاوند کے حصے کے بعد"3" باقی تھا جو بیٹیوں میں پورا تقسیم ہو گیا۔

④ مسئلہ میں "مَنْ یُرَد" کی جنس متعددہ ہوں اور ساتھ "مَنْ لَا یُرَد" بھی ہوں تو مسئلہ اس عدد پر بنے گا جس سے خاوند یا بیوی کا فرضی حصہ نکل سکے۔ ان کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ "مَنْ یُرَد" پر تقسیم کیا جائے گا۔ اگر تقسیم درست ہو تو مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں ہوگی۔ مثلاً

ورثاء	مسئلہ "12"	رد "4"
بیوی	3	1
دادی	2	1
2 مادری بہنیں	4	2

اصل مسئلہ "12" ہے۔ بیوی کا فرضی حصہ "4" سے نکل سکتا تھا تو مسئلہ رد "4" بنایا اور بیوی کے حصہ کے بعد باقی ماندہ "3" کو "مَنْ یُرَد" کے مسئلہ پر تقسیم کیا تو صحیح تقسیم واقع ہوئی۔

اگر تقسیم درست نہ ہو تو "مَنْ یُرَد" افراد کا الگ مسئلہ بنایا جائے پھر ان کے اصل مسئلہ کو "من لا یرد" کے اصل مسئلہ کے ساتھ ضرب دی جائے۔ تو حاصل ضرب دونوں فریقوں کا اصل ہوگا۔ پھر ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ خاوند یا بیوی کے حصہ کو "مَنْ یُرَد" کے مسئلہ سے ضرب دی جائے تو ان کا حصہ نکل آئے گا اور "مَنْ یُرَد" کے حصہ کو "مَنْ لَا یُرَد" کے مسئلہ سے باقی ماندہ کے ساتھ ضرب دی جائے تو "مَنْ یُرَد" کا حصہ نکل آئے گا۔

اگر کسی فریق کے حصوں میں کسر واقع ہو جائے تو تصحیح کے قواعد کے مطابق تصحیح کر لی جائے گی۔

مَنۡ لَا یُرَد والا مسئلہ

رد "4"	مسئلہ "12"	ورثاء
1	3	بیوی
3	6	بہن
	2	2 پدری بہنیں

مَنۡ یُرَد والا مسئلہ

رد "4"	مسئلہ "6"	ورثاء
3	3	بہن
1	1	2 پدری بہنیں

مشترکہ مسئلہ

تصحیح 32=2x16	16=4x4	ورثاء
8	4	بیوی
18	9	بہن
6	3	2 پدری بہنیں

اصل مسئلہ "12" ہے۔ بیوی کا فرضی حصہ "4" سے نکل سکتا تھا تو مسئلہ رد "4" بنایا۔ بیوی کے حصہ کے بعد باقی ماندہ "مَنۡ یُرَد" پر پورا تقسیم نہیں ہوتا تھا تو ان کا الگ مسئلہ بنایا جو اصل مسئلہ "6" اور رد "4" بنا۔ پھر "مَنۡ یُرَد" کے مسئلہ "4" کو "مَنۡ لَا یُرَد" کے مسئلہ "4" میں

ضرب دینے سے ''16'' حاصل ہوا۔ جو دونوں فریقوں کا حصہ ہے۔ اب ''مَنْ لَا یُرَد'' کے حصہ ''ا'' کو ''مَنْ یُرَد'' کے مسئلہ ''4'' سے ضرب دی تو ان کا حصہ ''4'' حاصل ہوا۔ اور ''مَنْ یُرَد'' کے حصہ 3+1=4 کو ''مَنْ لَا یُرَد'' کے مسئلہ کے باقی ماندہ ''3'' سے ضرب دی تو ''12'' حاصل ہوا۔ جس میں سے ''9'' حقیقی بہن کے لیے اور ''3'' پدری بہنوں کے لیے ہوئے۔ پھر پدری بہنوں کے حصے میں کسر واقع ہونے کی وجہ سے تصحیح کے لیے جزء السہم ''2'' کو ''16'' سے ضرب دی تو ''32'' حاصل ہوا۔

تقسیم ترکہ

سوال تقسیم ترکہ کا طریقہ وضاحت سے لکھیے۔

جواب تقسیم ترکہ کے لیے مندرجہ ذیل قواعد کو مدنظر رکھنا ضروری ہے:

1. جب میت کا صرف ایک ہی وارث [1] ہو تو وہ تنہا تمام مال کا وارث بنے گا اور اس میں مزید کسی قسم کی تقسیم کی ضرورت نہیں ہوگی۔
2. جب ورثاء صرف عصبات نسبی میں سے ہوں اور ایک سے زیادہ ہوں تو ان کی تعداد پر ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ مثلاً

وارث تین بیٹے ہوں تو ترکہ تین پر تقسیم ہوگا اور ہر ایک برابر حصہ لے گا۔

3. جب عصبات نسبی کے ساتھ کوئی مؤنث بھی عصبہ بنے تو ہر مذکر کو دو مونث شمار کر کے کل تعدادِ افراد پر ترکہ "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" کے اصول کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ مثلاً

وارث بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں اور ترکہ آٹھ ہزار (8000) روپیہ ہو تو کل افراد چار شمار کیے جائیں گے اور ہر فرد کو دو ہزار (2000) روپیہ دیا جائے گا۔ اس طرح بیٹے کو چار ہزار (4000) اور ہر بیٹی کو دو ہزار (2000) روپیہ ملے گا۔

4. جب وارث صرف اصحاب الفرائض ہوں یا ان کے ساتھ عصبات نسبی بھی ہوں تو پہلے تاصیل و تصحیح کی جائے گی پھر مسئلہ کے تصحیح عدد اور ترکہ کے درمیان اگر نسبت تباین کی ہو تو ہر فریق کے حصہ (جو تصحیح سے ملا ہے) کو ترکہ سے ضرب دی جائے گی اور جو

---

[1] خواہ وہ اصحاب الفروض ہو یا عصبہ و ذوالارحام میں سے ہو۔

حاصل ضرب ہوا سے عدد تصحیح پر تقسیم کیا جائے گا۔

اگر نسبت توافق کی ہو تو ہر فریق کے حصہ کو ترکہ کے وفق سے ضرب دی جائے گی اور حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیا جائے گا تو حاصل تقسیم اس فریق کا حصہ ہوگا۔ مثلاً

ورثاء	مسئلہ "6"	ترکہ "66"
2 بیٹیاں	4	44
ماں	1	11
باپ	1	11

اصل مسئلہ تصحیح "6" اور ترکہ "66" میں نسبت توافق کی ہے تو ہر فریق کے حصہ کو ترکہ کے وفق "11" سے ضرب دی اور حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کیا۔

ورثاء	مسئلہ 6	ترکہ 65
2 بیٹیاں	4	43.33
ماں	1	10.83
باپ	1	10.83

اصل مسئلہ اور ترکہ کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو ہر فریق کے حصہ کو ترکہ سے ضرب دی اور حاصل ضرب کو تصحیح پر تقسیم کیا۔

ملاحظہ: اگر فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کے فریق کے حصہ کو عدد افراد پر تقسیم کریں۔

5 جب ترکہ میں کسر واقع ہو تو ترکہ اور تصحیح کو بڑھا دیا جائے گا یعنی تمام ترکہ کو کسر والی

جنس سے کردیا جائے گا۔مثلاً

ترکہ ساڑھے دس روپے ہو اس کے اکیس اجزاء (اٹھنی) بنادیے جائیں گے اور باقی عمل مذکورہ طریقے کے مطابق کیا جائے گا۔

نوٹ: جب میت سے متعدد قرض لینے والے ہوں اور ترکہ ان کے قرضوں کو پورا نہ کرسکتا ہو تو ہر قرض دار کا ناقص حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ ہر قرض دار کا قرض بمنزل سہام اور قرضوں کا مجموعہ بمنزل تصحیح سمجھا جائے۔اور باقی عمل مذکورہ طریقے کے مطابق کیا جائے۔مثلاً

قرض دار	قرضہ 9	ترکہ 6
نعمان	2	1.33
حمران	3	2
ذکوان	4	2.66

قرضہ کا مجموعہ "9" ہے اور ترکہ "6" ہے اور دونوں میں نسبت توافق ثلث کی پائی گئی، پھر ہر قرض دار کے قرضہ کو ترکہ کے وفق "2" سے ضرب دی اور حاصل ضرب کو مجموعہ قرض کے وفق "3" پر تقسیم کیا۔

تَخَارُج

سوال تخارج کی تعریف اور وضاحت کیجیے؟

جواب اس کا لغوی معنی ہے ایک دوسرے سے الگ ہونا۔

تعریف: کوئی وارث ترکہ سے معلوم چیز لے کر باقی ورثاء سے الگ ہوجائے تو اسے ''تَخَارُج'' یا ''اخراج'' کہتے ہیں۔

وضاحت: جب ورثاء میں سے کوئی وارث معین چیز لے کر الگ ہوجائے تو اس وارث کو باقی ورثاء کے ساتھ مسئلہ میں شریک کیا جائے گا۔ پھر تصحیح میں سے اس کا حصہ ساقط کر کے باقی ماندہ دوسرے ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا۔ مثلاً

ورثا	مسئلہ ''6''	بعداز تخارج ''4''
خاوند	3	3
2 مادری بھائی	2	مُصَالح
حقیقی بھائی	1	1

ملاحظہ: ① اگر مصالح کو ابتدا ہی میں مسئلہ سے ساقط کردیا جائے تو باقی ورثاء کے حصص میں کمی یا بیشی واقع ہوجائے گی۔ مثلاً مذکورہ مسئلہ سے مادری بھائی کالعدم قرار دے کر مسئلہ بنایا جائے تو اس کی مندرجہ ذیل صورت بنے گی :

ورثاء	مسئلہ 2
زوج	1
حقیقی بھائی	1

اس میں خاوند کا حصہ استحقاق سے کم اور حقیقی بھائی کا زیادہ ہوگیا ہے۔

② جب تمام ترکہ قرض کی نظر ہو جائے تو تخارج جائز نہ ہوگا۔

③ تخارج قرض خواہوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً نذیر 20 روپے، خلیل 30 روپے اور بشیر نے 40 روپے قرض لینا تھا بشیر کوئی معین چیز لے کر الگ ہوگیا تو مسئلہ اس طرح ہوگا۔

قرض خواہ	کل قرض 90	ترکہ 70
نذیر	20	20
خلیل	30	30
بشیر	40	مصالح

کل قرض میں سے بشیر کا قرضہ ''40'' روپے نکال دیے تو قرضہ ''50'' روپے باقی رہ گیا۔ اس کو ترکہ سے نکالا تو ''20'' روپے باقی رہ گئے جو ورثاء میں حصص کے مطابق تقسیم کر دیے جائیں گے۔

ذوالارحام

سوال ذوالارحام کی تعریف اوران کی وراثت میں اختلاف بیان کریں؟

جواب **تعریف:** وہ قریبی رشتہ دار جو اصحاب الفرائض یا عصبات میں سے نہ ہوں۔ مثلاً ماموں، خالہ اور پھوپھی وغیرہ۔

وراثت میں اختلاف: ذوالارحام کی وراثت میں دو مذہب ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) **وراثت سے محروم:** ایک جماعت کے نزدیک ذوالارحام وارث نہیں بنتے اور اصحاب الفرائض یا عصبات کی عدم موجودگی میں ترکہ بیت المال میں جمع کردیا جائے گا۔ اس کے قائل حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم، سعید بن میسّب، سعید بن جبیر، امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

(ب) **وراثت کے مستحق:** ایک جماعت کے نزدیک اصحاب الفرائض یا عصبات کی عدم موجودگی میں ذوالارحام وارث بنیں گے۔ اس کے قائل اکثر صحابہ کرام جیسے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور یہی نظریہ عمر بن عبدالعزیز، شریح، عطاء، طاؤس، علقمہ، ابن سیرین، امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور بہت سے علماء وفقہاء کا ہے حتی کہ تیسری صدی ہجری کے بعد بیت المال کا نظام درہم برہم ہونے کی بنا پر چاروں مذاہب اس پر متفق ہوگئے ہیں۔

ملاحظہ: عقلی اور نقلی اعتبار سے دوسرا مذہب راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأُوْلُواْ ٱلْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَٰبِ ٱللَّهِ﴾

’’کتاب اللہ میں رشتے دار ایک دوسرے کے (وراثت میں) زیادہ حقدار ہیں۔‘‘ ❶

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْخَالُ وَارِثُ مَّنْ لاَ وَارِثَ لَهُ»

’’ماموں وارث ہوگا جس کا کوئی (اصحاب الفروض یا عصبات میں سے) وارث نہ ہو۔‘‘ ❷

عقل بھی اس کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ ذوالارحام کے میت سے خونی اور اسلامی رشتہ کے دو تعلق ہیں۔ اور بیت المال کے ساتھ اسلام والا صرف ایک تعلق ہے۔ اور دو تعلق والا ایک تعلق والے سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔

سوال وراثت ذوالارحام کی شرائط اور طریقۂ تقسیم میں اختلاف ذکر کریں؟

جواب **وراثت ذوالارحام کی شرائط:** ① کوئی صاحب فرض موجود نہ ہو کیونکہ باقی ماندہ ترکہ انھی پر رد ہو جاتا ہے، سوائے زوجین کے کیونکہ ان پر رد نہیں ہوتا۔

② کوئی عصبہ وارث موجود نہ ہو۔

طریقۂ تقسیم میں اختلاف: ذوالارحام کی وراثت کے طریقۂ تقسیم میں علماء کے مندرجہ ذیل تین گروہ ہیں:

① **اهل رحم:** ان کے نزدیک تمام موجودہ ذوالارحام میں ترکہ برابر تقسیم کیا جائے گا اور مذکر و مونث، قریب و بعید اور قوی و ضعیف میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً میت نواسا، نواسی، ماموں، پھوپھی، بھانجا اور بھانجی چھوڑ کر فوت ہوئی تو کل افراد چھ ہیں اس لیے مسئلہ ’’6‘‘ بنایا جائے گا اور ہر ایک کو ایک ملے گا۔

❶ الأنفال 8:75

❷ سنن أبي داود، الفرائض، باب في ميراث ذوي الأرحام، حديث: 2899، وسنن ابن ماجه، الفرائض، باب ذوي الأرحام، حديث: 2738

② **اهل قرابت**: ان کے نزدیک ذوالارحام میں پہلے قرب کا درجہ' پھر قوت قرابت کا اعتبار کیا جائے گا اور مذکر و مونث میں فرق ''لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَیَیْنِ'' کے مطابق کیا جائے گا مثلاً ایک آدمی بیوی' نواسی اور نواسی کا بیٹا چھوڑ کر فوت ہوا اور ایک آدمی نواسی اور نواسا چھوڑ کر فوت ہوا تو مسئلہ کا حل مندرجہ ذیل ہوگا:

ورثاء	مقررہ حصے
بیوی	1
نواسی	3
نواسی کا بیٹا	محروم

ورثاء	مقررہ حصے
نواسا	2
نواسی	1

③ **اهل تنزیل**: ان کے نزدیک ذوالارحام کو ان اصحاب الفرائض یا عصبات کی جگہ اتارا جائے گا جن کی وجہ سے یہ میت کی طرف منسوب ہیں مثلاً بیٹیوں کی اولاد' بیٹیوں کے قائم مقام اور بہنوں کی اولاد بہنوں کے قائم مقام ہوگی۔

ملاحظه: دلائل کے اعتبار سے اہل تنزیل کا طریقۂ تقسیم راجح ہے اور جمہور علماء' تابعین اور ائمہ کا یہی نظریہ ہے۔

ذوالارحام کی اقسام: ان کی مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں:

① جس کو میت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسے بیٹیوں' پوتیوں یا پڑپوتیوں کی اولاد۔

② میت کو جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے' مثلاً جد فاسد۔ (نانا' دادی کا باپ وغیرہ) اور جدہ فاسدہ (نانا کی ماں وغیرہ)

③ جن کو میت کے والدین کی طرف منسوب کیا جائے جیسے مطلق بہنوں کی اولاد' حقیقی یا پدری بھائیوں کی بیٹیاں وغیرہ۔

④ جن کو میت کے دادا یا دادی کی طرف منسوب کیا جائے جیسے پھوپھی' خالہ' ماموں وغیرہ۔

ترتیب تقسیم: ① اگر ذوالارحام میں سے صرف ایک فرد ہو تو وہ اکیلا تمام ترکہ لے گا۔

② اگر ایک سے زیادہ ہوں اور تمام ایک ہی مرتبہ کے ہوں تو ترکہ ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا اور مذکر و مونث میں برابری کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔ مثلاً تین نواسیاں اور ایک نواسا ہو تو مسئلہ "4" سے بنے گا اور ہر ایک کو برابر برابر حصہ ملے گا۔

③ اگر ایک سے زیادہ ہوں اور ان کے مراتب مختلف ہوں تو مراتب کے اعتبار سے ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔ مُدلیٰ بِہ [1] کو میت تصور کر کے حصص معلوم کیے جائیں گے۔ مثلاً میت تین خالہ (مختلف) چھوڑ کر فوت ہوئی۔

ورثاء	مسئلہ "6"	رد "5"
حقیقی خالہ	3	3
پدری خالہ	1	1
مادری خالہ	1	1

خالائیں ماں کی وجہ سے میت کی طرف منسوب ہیں تو مُدلیٰ بِہ (ماں) کو میت تصور کر کے مسئلہ نکالا تو گویا کہ میت کی حقیقی' پدری اور مادری تین بہنیں وارث ہوئیں۔

[1] جس کی وجہ سے کوئی میت کا وارث بنتا ہے۔

④ جب ذوالارحام کے ساتھ خاوند یا بیوی میں سے کوئی ہو تو وہ اپنا فرضی حصہ لے گا۔ اور باقی ذوالارحام کے درمیان مذکورہ اصولوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ مثلاً میت بیوی اور تین نواسے چھوڑ کر فوت ہوئی۔

ورثاء	مسئلہ 4
زوجہ	1
3 نواسے	3

⑤ جس کو میت سے دو قرابتیں حاصل ہوں وہ دونوں کی وجہ سے وارث بنے گا۔ مثلاً میت ذوالارحام وارث چھوڑ کر فوت ہوئی کہ ایک نواسی کا بیٹا اور وہی نواسے کا بیٹا بھی ہے اور دوسری صرف نواسی کی بیٹی ہے۔

ورثاء	مسئلہ 3
نواسی کا بیٹا	1
+	+
نواسے کا بیٹا	1
نواسی کی بیٹی	1

خُنثیٰ

سوال خنثیٰ کی تعریف' اقسام اور طریقۂ تقسیم بیان کیجیے ؟

جواب لغوی معنی نرم ہونا' موڑنا اور مشتبہ ہونا۔

تعریف: وہ انسان جس کا معاملہ مشتبہ ہوجائے اور اس کے مذکر و مونث ہونے کا علم نہ ہوسکے۔

اقسام: خنثیٰ کی تین قسمیں ہیں:

① **خنثیٰ مذکر:** جس میں مذکر کی کوئی علامت پائی جائے مثلاً داڑھی یا مونچھ کا نمودار ہونا۔

② **خنثیٰ مونث:** جس میں مونث کی کوئی علامت پائی جائے مثلاً حیض آنا' چھاتی کا ابھرآنا۔

③ **خنثیٰ مشکل:** جس میں مذکر و مونث کی کوئی علامت نہ ہو یا دونوں کی علامتیں پائی جائیں۔

ملاحظہ: خنثیٰ مذکر کو مذکر کے ساتھ اور خنثیٰ مونث کو مونث کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے اور وراثت میں بحث خنثیٰ مشکل کے بارے میں ہوتی ہے۔ اس کی وراثت کا طریقہ کار مندرجہ ذیل ہے:

طریقۂ تقسیم: خنثیٰ مشکل کی دو قسمیں ہیں:

① **غیر منتظر حال:** وہ خنثیٰ جس کا حال واضح ہونے کی امید نہ ہو جیسے بالغ خنثیٰ۔ جمہور کے نزدیک ایسے خنثیٰ کو کم حصہ دیا جائے گا، یعنی خنثیٰ کو ایک مرتبہ مذکر اور ایک مرتبہ مونث تسلیم کرتے ہوئے مسئلہ بنایا جائے گا اور دونوں مسئلوں میں سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا کیونکہ کم حصہ یقینی ہے۔

اگر ایک حالت میں وارث اور دوسری میں محروم ہوتا ہو تو محروم قرار دیا جائے گا۔

اور امام شعبی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو مذکر و مونث دونوں کا نصف نصف حصہ دیا جائے گا۔

② **منتظر حال:** وہ خنثیٰ جس کا حال واضح ہونے کی امید ہو مثلاً نابالغ خنثیٰ۔ ایسے خنثیٰ اور اس کے ساتھ والے ورثاء کو قلیل حصہ دیا جائے گا اور باقی حالت واضح ہونے تک روکا جائے گا۔

اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ خنثیٰ کو مذکر و مونث تسلیم کر کے الگ الگ مسئلہ بنایا جائے۔ پھر دونوں مسئلوں میں نسبت دیکھی جائے اگر توافق کی ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دی جائے۔ اگر تباین کی ہو تو کل کو کل میں ضرب دی جائے۔ تو حاصل ضرب ''**جامعة الخنثیٰ**'' ہوگا۔

پھر ہر ایک کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس وارث کو مسئلہ ''ذکوریت'' میں سے جو ملا ہے اسے مسئلہ ''انوثیت'' میں ضرب دی جائے اور جس کو مسئلہ ''انوثیت'' میں سے جو ملا ہے اس کو مسئلہ ''ذکوریت'' میں ضرب دی جائے۔ پھر دونوں مسئلوں میں سے ہر وارث کا قلیل حصہ اسے دیا جائے اور باقی محفوظ رکھا جائے۔ مثلاً

مسئلہ خنثیٰ مذکر

ورثاء	مسئلہ ''5''
بیٹا	2
بیٹی	1
خنثیٰ (مذکر)	2

مسئلہ خنثیٰ مونث

ورثاء	مسئلہ ''4''
بیٹا	2
بیٹی	1
خنثیٰ (مونث)	1

مسئلہ مشترکہ

ورثاء	مسئلہ ذکوریت 20=4x5	مسئلہ انوثیت 20=5x4
بیٹا	8	10
بیٹی	4	5
خنثیٰ (مونث)	8	5

ورثاء کا قلیل حصہ:

بیٹا = 8

بیٹی = 4

خنثیٰ = 5

کل مجموعہ = 17

باقی ماندہ "3" حصے خنثیٰ کی صورت حال واضح ہونے تک محفوظ کر کے رکھے جائیں گے۔

حمل

سوال حمل کی تعریف، مدت حمل، تعداد حمل، حکم اور شرائط تحریر کیجیے۔

جواب **تعریف:** وہ بچہ جو ماں کے رحم میں ہو۔

مدت حمل: کم از کم مدت جس میں بچہ زندہ پیدا ہو سکتا ہے وہ چھ ماہ ہے جس طرح ایک صحابی کا قرآن سے استدلال ہے۔ روایت ہے کہ ''ایک آدمی نے نکاح کیا اور چھ ماہ بعد عورت نے بچہ جنم دیا۔ یہ معاملہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے رجم کا حکم دے دیا' تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ عورت تجھ سے کتاب اللہ کے ساتھ بحث وتکرار کرنا چاہے تو کر سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَحَمْلُهُۥ وَفِصَٰلُهُۥ ثَلَٰثُونَ شَهْرًا ﴾

''اور بچے کا حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ ہے۔'' [1]

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَٱلْوَٰلِدَٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۖ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ ٱلرَّضَاعَةَ ﴾

''مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں ان (باپوں) کے لیے جو اپنی اولاد کی مدت رضاعت پوری کرنا چاہتے ہوں۔'' [2]

جب دودھ پلانے کی مدت دو سال نکل جائے تو حمل کی چھ ماہ باقی رہ جاتی ہے۔ تو حضرت

[1] الأحقاف 15:46

[2] البقرة 233:2

عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے حد ساقط کردی (اور خاوند سے بچے کا نسب ثابت کردیا)۔ [1]

اکثر مدت حمل میں اختلاف: امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک پانچ سال' امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چار سال' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو سال' محمد بن عبدالحکم رحمہ اللہ کے نزدیک ایک سال اور ظاہریہ کے نزدیک نو ماہ ہے۔

تعداد حمل: حمل آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اس لیے اس کی تعداد مقرر کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض نے ایک' بعض نے دو اور بعض نے تین یا چار بیٹے یا بیٹیاں (جس کا حصہ زیادہ بنتا ہو) مقرر کیے ہیں۔

ملاحظہ: کیونکہ شریعت کے احکام عام عادات کے موافق ہیں اور عام عادت میں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے راجح قول یہی ہے۔ اگر حمل ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوں تو باقی وارثوں سے اس کا حصہ وصول کیا جائے گا۔

حکم: اگر ورثاء ترکہ کی تقسیم کو حمل کی پیدائش تک مؤخر کرنے پر راضی نہ ہوں تو حمل کے لیے اکثر حصہ رکھا جائے گا اور دیگر ورثاء کو اقل حصہ دیا جائے گا۔ یعنی ایک مرتبہ حمل کو مذکر اور دوسری مرتبہ مونث تسلیم کر کے مسئلہ نکالا جائے گا۔ جو حصہ زیادہ ہو وہ اس کے لیے رکھا جائے گا۔

طریقۂ کار: حمل کو مذکر و مونث تسلیم کر کے دو الگ مسئلے بنائے جائیں' پھر دونوں مسئلوں میں نسبت دیکھی جائے۔ اگر توافق کی ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دی جائے گی۔ اگر تباین ہو تو کل کو کل میں ضرب دی جائے گی۔ تو حاصل ضرب ''جامعۃ الحمل'' ہوگا۔ پھر جس وارث کو مسئلہ ذکوریت سے جو ملا ہے اسے مسئلہ انوثیت کے وفق سے ضرب دی جائے اور جس کو مسئلہ انوثیت سے جو ملا ہے اس کو مسئلہ ذکوریت کے وفق سے ضرب دی جائے۔ پھر دونوں مسئلوں میں دیگر ورثاء کو کم حصہ دیا جائے گا۔ اور حمل کا زیادہ حصہ اور

---

[1] موطأ إمام مالك ، الحدود' باب ماجاء في الرجم: 348/2' حديث: 1586، و سنن الكبرىٰ للبيهقي: 442/7۔

دوسرے ورثاء کا باقی ماندہ حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔ یہاں تک کہ صورت حال واضح ہو جائے۔
مثلاً ایک آدمی حاملہ بیوی، بیٹی، ماں، اور باپ چھوڑ کر فوت ہو گیا۔

مسئلہ ذکوریت

ورثاء	مقررہ حصے	مسئلہ "24"	تصحیح "72"	جامعۃ الحمل 216
بیوی	$\frac{1}{8}$	3	9	27
ماں	$\frac{1}{6}$	4	12	36
باپ	$\frac{1}{6}$	4	12	36
بیٹی	عصبہ	13	13	39
حمل (مذکر)	عصبہ		26	78

مسئلہ انوثیت

ورثاء	مقررہ حصے	مسئلہ 24	عول 27	جامعۃ الحمل 216
بیوی	$\frac{1}{8}$	3	3	24
ماں	$\frac{1}{6}$	4	4	32
باپ	$\frac{1}{6}$	4	4	32
بیٹی	$\frac{2}{3}$	8	8	64
حمل (مونث)		8	8	64

مسئلہ کی وضاحت: حمل کو مذکر و مونث تسلیم کر کے دو الگ مسئلے بنائے۔ مسئلہ ذکوریت "24" تصحیح 72 ہوئی اور مسئلہ انوثیت "24" عول "27" بنا۔ پھر دونوں مسئلوں، یعنی

27:72 میں نسبت دیکھی تو توافق کی نسبت پائی گئی چنانچہ ''72'' کا ''8'' اور ''27'' کا ''3'' وفق حاصل ہوا۔ پھر ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دی تو جامعۃ الحمل (ذواضعاف اقل) 216 حاصل ہوا' اس میں سے ہر فریق کا حصہ نکالا کہ مسئلہ ذکوریت میں سے ہر فریق کے حصے کو مسئلہ انوثیت کے وفق ''3'' سے ضرب دی، اور مسئلہ انوثیت میں سے ہر فریق کے حصے کو مسئلہ ذکوریت کے وفق ''8'' سے ضرب دی پھر دونوں مسئلوں میں سے ہر فریق کا کم حصہ اسے دے دیا اور باقی ماندہ محفوظ کر کے رکھ دیا اور حمل کا اکثر حصہ بھی محفوظ کر کے رکھ دیا۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

ورثاء	کم حصے	باقی
بیوی	24	3
ماں	32	4
باپ	32	4
بیٹی	39	25

وراثت حمل کی شرائط: حمل کے وارث یا مورث بننے کی دو شرطیں ہیں۔

① مورّث کی موت کے وقت حمل کا وجود ہو خواہ نطفہ کی حالت میں ہو اس کا علم اس طرح ہوگا اگر حاملہ میت کی بیوی ہو اور وہ اکثر مدت حمل تک جنم دے تو وہ وارث ہوگا بشرطیکہ عورت نے عدت کے ختم ہونے کا دعویٰ نہ کیا ہو۔ اگر حاملہ بیوی کے علاوہ ہو جیسے میت کی والدہ۔ اور وہ اقل مدت میں جنم دے تو وہ وارث بنے گا۔

② حمل زندہ پیدا ہو اگرچہ پیدائش کے چند لمحات بعد فوت ہو جائے۔ زندگی کا علم حرکت' آواز' اور چھینک وغیرہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَرِثُ الصَّبِيُّ حَتَّى يَسْتَهِلَّ صَارِخًا وَقَالَ اِسْتِهَلاَلُهُ أَنْ يَبْكِي أَوْ يَصِيحَ أَوْ يَعْطِسَ»

''بچہ وارث نہیں بن سکتا جب تک چیخ کی آواز نہ لگائے نیز فرمایا استہلال یہ ہے کہ وہ روئے، چیخے یا چھینکے۔''[1]

[1] سنن ابن ماجه، الفرائض، باب إذا استهل المولود ورث، حديث:2751

مفقود

سوال مفقود کی تعریف، مدت انتظار، حالتیں اور طریقۂ تقسیم وراثت بیان کریں؟

جواب **تعریف:** وہ گم شدہ شخص جس کے زندہ یا فوت ہونے کا علم نہ ہو سکے۔ مثلاً سفر یا قتال کے لیے نکلنے والا عرصہ دراز تک واپس نہ آئے اور اس کے متعلق کوئی خبر بھی موصول نہ ہوئی ہو۔

مدت انتظار: مفقود کی مدت انتظار میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نوے سال ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ستر سال ہے۔ اور ایک روایت میں امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک صرف چار سال ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ زمان، مکان اور اشخاص کے اختلاف سے مدت مختلف ہو جاتی ہے۔ اس لیے احوال کو دیکھ کر حاکم کے فیصلہ کو معتبر سمجھا جائے گا۔

مفقود کے احوال: اس کی دو حالتیں ہیں: ① وَارِث ② مُوَرِّث۔

جب مفقود کسی کا وارث بنتا ہو تو اس کا حصہ محفوظ کر کے رکھا جائے گا، اگر اس کے وجود کے ثبوت مل جائیں تو حصہ دے دیا جائے گا ورنہ دوسرے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

اگر مفقود مُوَرِّث ہو اور مدت انتظار کے بعد حاکم اس کی موت کا فیصلہ کر دے۔ تو اس وقت موجود ورثاء میں اس کی وراثت تقسیم کر دی جائے گی اور فیصلہ سے قبل وفات پانے والے ورثاء محروم قرار دیے جائیں گے۔ اگر تقسیم وراثت کے بعد مفقود مل جائے تو ورثاء کے پاس اس کا موجود مال اسے واپس کر دیا جائے گا۔ اور جو انھوں نے خرچ کیا اور واپس کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے ان کا معاملہ حاکم کی رائے پر ہوگا۔

طریقۂ کار: مفقود تنہا وارث ہو یا اس کے ساتھ اور بھی وارث ہوں لیکن اس کی وجہ سے وہ محجوب بنتے ہوں تو تمام مال اس کے لیے رکھا جائے گا۔ اگر زندہ حالت میں پایا جائے تو تمام مال کا وارث بنے گا۔ ورنہ باقی ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر اس کے ساتھ دیگر ورثاء بھی شریک ہوں تو ان کو اقل حصہ دیا جائے گا، یعنی مفقود کو ایک مرتبہ زندہ اور ایک مرتبہ مردہ تسلیم کر کے مسئلہ بنایا جائے اور باقی عمل اسی طرح کیا جائے۔ جیسے ''حمل'' میں گزر چکا ہے۔

مرتد

سوال مرتد کی تعریف اور اس کی وراثت کا حکم بیان کیجیے۔

جواب وہ شخص جو ایمان لانے کے بعد دین اسلام سے پھر جائے اور بلا اکراہ اپنے ہوش و حواس کے ساتھ کلمۂ کفر زبان سے ادا کردے۔

حکم میراث: مرتد نہ خود کسی کا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کا وارث بن سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلاَ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ»

''مسلمان کسی کافر کا اور کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔'' [1]

مرتد کا مال خواہ حالت اسلام میں کمایا ہو یا حالت کفر میں تمام بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

[1] صحيح البخاري، الفرائض، باب لا يرث المسلم الكافر......، حديث : 1614

ولد زنا و لعان

سوال ولد زنا اور لعان کی تعریف اور حکم بیان کیجیے۔

جواب **ولد زنا:** وہ بچہ جس کو عورت نے بغیر نکاح صحیح یا بغیر ملک یمین صحیح کے جنم دیا ہو۔

ولد لعان: وہ بچہ جس کو منکوحہ عورت نے جنم دیا ہو، لیکن اس کا خاوند اسے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکاری ہو۔ اور حاکم کے سامنے شہادت و یمین کے بعد دونوں ایک دوسرے پر لعان کریں۔

حکم میراث: ولد زنا اور لعان اپنے پدری رشتہ داروں کے اور باپ کے وارث نہیں بن سکتے اور نہ ہی وہ ان کے وارث بن سکتے ہیں۔ کیونکہ سبب میراث (نسب) نہیں پایا گیا۔ البتہ یہ اپنی ماں اور مادری رشتہ داروں کے وارث ہوں گے۔ جس طرح نبی ﷺ کے عہد مبارک میں "ایک آدمی نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور بچے کا انکار کیا تو نبی ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کردی اور بچہ والدہ کے ساتھ لاحق کر دیا۔"[1]

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے لعان کے بچے کی میراث اس کی ماں اور ماں کے بعد مادری رشتہ اروں کے درمیان مقرر کردی۔[2]

---

[1] صحيح البخاري، الفرائض، باب ميراث المُلاعَنَةِ، حديث:6748، وسنن أبي داود، الطلاق، باب في اللعان، حديث: 2259

[2] سنن أبي داود، الفرائض، باب ميراث ابن الملاعنة، حديث:2907، و سنن الكبرىٰ للبيهقي: 259/6

قیدی

سوال قیدی کی تعریف اور حکم بیان کریں؟

جواب وہ مسلمان جو غیر مسلم کی حراست وقید میں ہو۔

حکم میراث: قیدی کی تین حالتوں میں سے کوئی حالت ہوگی:

① **مسلمان**: اگر وہ دین اسلام پر پابند ہو تو اس کا حکم عام مسلمانوں والا ہوگا۔

② **مرتد**: اگر دین کو چھوڑ دے تو اس کا مرتد والا حکم ہوگا۔

③ **مجہول الحال**: اگر اس کے بارے میں کوئی علم نہ ہو تو مفقود والا حکم جاری ہوگا۔

---

(1) مسند أحمد:79/1، و جامع الترمذي، الفرائض، باب ماجاء في ميراث الإخوه من الأب والأم، حديث: 2095

حادثہ

سوال حادثہ سے مراد اور حکم میراث بیان کریں؟

جواب ایک سے زیادہ رشتہ دار' حادثہ' جلنے' ڈوبنے یا طاعون وغیرہ میں اکٹھے فوت ہو جائیں اور ایک دوسرے کی موت کی تقدیم وتاخیر کا علم نہ ہو۔

حکم میراث: اجتماعی حادثہ سے فوت ہونے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ بلکہ ان کے زندہ ورثاء وارث ہوں گے۔ جس طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو جنگ یمامہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے طاعون عمواس میں فوت ہونے والوں کے بارے میں حکم دیا کہ زندوں کو فوت شدہ کا وارث بنائیں۔ اور ان کو آپس میں ایک دوسرے کا وارث نہ بنائیں۔'' [1]

[1] سنن الکبریٰ للبیہقی : 222/2 ، وموطأ إمام مالك، الفرائض، باب من جهل أمره بالقتل ......، 73/2، حديث :1131

موت اور میراث کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ موت اٹل ہے تو میراث کے مسائل ومعاملات ناگزیر ہیں۔ یہ مسائل ومعاملات کس طرح حل کیے جائیں؟ یہ ہر دور کا اہم سوال رہا ہے جس کا انتہائی اطمینان بخش جواب دین اسلام نے دیا۔ مگر بالعموم علمائے کرام نے اس اہم موضوع کو کما حقہ لائق التفات نہیں سمجھا۔ اب مولانا ابونعمان بشیر احمد کی اردو تالیف ''اسلامی قانون وراثت'' سے یہ کمی بڑی حد تک پوری ہوئی ہے۔ یہ کتاب سادہ اور عام فہم اسلوب میں لکھی گئی ہے جس سے یہ آشکارا ہوتا ہے کہ علم میراث مشکل علم ہر گز نہیں۔ طلبہ کے استفادے کے لیے اسے سوالاً جواباً لکھ کر مزید مفید مطلب بنا دیا گیا ہے۔

اسلامی احکام میراث تنازعات کے امکانات ختم کر دیتے ہیں اور پر امن فلاحی معاشرے کی بنیادیں مستحکم کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ بنابریں ان احکام سے عوام الناس کی آگہی کی جتنی آج ضرورت ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ ''اسلامی قانونِ وراثت'' کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلام تنازعات ملکیت خوش اسلوبی سے انتہائی بروقت طے کرنے کی تعلیم وترغیب دیتا ہے۔ عوام اور طلبا کے ساتھ ساتھ یہ کتاب علمائے کرام کے مطالعے میں بھی آنی چاہیے۔ اس کی مدد سے وہ لوگوں کے استفسارات میراث کے پیش نظر عام فہم طریقے سے اُن کی رہنمائی کرسکیں گے۔

دارُالسّلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

ISBN 969574042-1
9 789695 740421

مرتب: ابو عثمان بشیر احمد

اصحاب فرائض عصبات	1 بیٹی	2 بیٹیاں	3 پوتی	4 پوتیاں	5 ماں	6 دادی نانی	7 حقیقی بہن	8 حقیقی بہنیں	9 پدری بہن	10 پدری بہنیں	11 مادری بہن بھائی	12 متعدد مادری بہن بھائی	13 خاوند	14 بیوی	15 بیٹا	16 پوتا	17 باپ	18 دادا	19 حقیقی بھائی	20 پدری بھائی	21 حقیقی بھتیجا	22 پدری بھتیجا	23 حقیقی چچا	24 پدری چچا	25 حقیقی چچا کا بیٹا	26 پدری چچا کا بیٹا
1 بیٹی (1/2)	ش 2/3	ش 2/3	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	کر	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2
2 بیٹیاں (2/3)	ش 2/3	ش 2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	کر	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3
3 پوتی (1/2)	1/6	م	ش 2/3	ش 2/3	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	م	کر	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2
4 پوتیاں (2/3)	1/6	م	ش 2/3	ش 2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	م	کر	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3
5 ماں (1/3)	1/6	1/6	1/6	1/6	مل	1/3	1/3	1/6	1/3	1/6	1/3	1/6	1/3	1/3	1/6	1/6	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3
6 دادی نانی (1/6)	1/6	1/6	1/6	1/6	م	ش 1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	م (دادی)	م (پردادی)	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6
7 حقیقی بہن (1/2)	ب	ب	ب	ب	1/2	1/2	ش 2/3	ش 2/3	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	م	م	م	مخ	کر	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2
8 حقیقی بہنیں (2/3)	ب	ب	ب	ب	2/3	2/3	ش 2/3	ش 2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	م	م	م	مخ	کر	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3
9 پدری بہن (1/2)	ب	ب	ب	ب	1/2	1/2	1/6	م	ش 2/3	ش 2/3	1/2	1/2	1/2	1/2	م	م	م	مخ	م	کر	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2
10 پدری بہنیں (2/3)	ب	ب	ب	ب	2/3	2/3	1/6	م	ش 2/3	ش 2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	م	م	م	مخ	م	کر	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3
11 مادری بہن بھائی (1/6)	م	م	م	م	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	ش 1/3	ش 1/3	1/6	1/6	م	م	م	م	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6
12 متعدد مادری بہن بھائی (1/3)	م	م	م	م	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	ش 1/3	ش 1/3	1/3	1/3	م	م	م	م	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3
13 خاوند (1/2)	1/4	1/4	1/4	1/4	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	مل	مل	1/4	1/4	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2
14 بیوی (1/4)	1/8	1/8	1/8	1/8	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	مل	ش 1/4	1/8	1/8	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4	1/4
15 بیٹا (عصبہ)	کر	کر	ک	ک	ب	ب	کل	ک	ک	ک	ک	ک	ب	ب	شک	ک	ب	ب	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ک
16 پوتا (عصبہ)	ب	ب	کر	کر	ب	ب	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ب	ب	م	شک	ب	ب	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ک
17 باپ (عصبہ)	1/6+ب	1/6+ب	1/6+ب	1/6+ب	ب	ک (دادی)	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ب	ب	1/6	1/6	مل	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ک
18 دادا (عصبہ)	1/6+ب	1/6+ب	1/6+ب	1/6+ب	ب	ک (پردادی)	مخ	مخ	مخ	مخ	ک	ک	ب	ب	1/6	1/6	مل	مخ	مخ	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ک
19 حقیقی بھائی (عصبہ)	ب	ب	ب	ب	ب	ب	کر	کر	ک	ک	ب	ب	ب	ب	مخ	مخ	مخ	مخ	شک	ک	ک	ک	ک	ک	ک	ک
20 پدری بھائی (عصبہ)	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	کر	کر	ب	ب	ب	ب	م	م	م	مخ	م	شک	ک	ک	ک	ک	ک	ک
21 حقیقی بھتیجا (عصبہ)	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	م	م	م	م	م	م	شک	ک	ک	ک	ک	ک
22 پدری بھتیجا (عصبہ)	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	م	م	م	م	م	م	م	شک	ک	ک	ک	ک
23 حقیقی چچا (عصبہ)	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	م	م	م	م	م	م	م	م	شک	ک	ک	ک
24 پدری چچا (عصبہ)	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	م	م	م	م	م	م	م	م	م	شک	ک	ک
25 حقیقی چچا کا بیٹا (عصبہ)	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	م	م	م	م	م	م	م	م	م	م	شک	ک
26 پدری چچا کا بیٹا (عصبہ)	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	ب	م	م	م	م	م	م	م	م	م	م	م	شک

نقشہ میں مستعمل اشارات

اشارات	1/2	1/3	2/3	1/6	1/8	1/4	ش	م	مخ	ک	ب	کر	مل
اشارات سے مراد	آدھا	تہائی	دوتہائی	چھٹا	آٹھواں	چوتھائی	مشترک	محروم	مختلف	کل مال	باقی مال	مذکر کو دو حصے مونث کو ایک حصہ	مہمل

نقشہ دیکھنے کا طریقہ

اگر کسی وارث کا انفرادی حصہ معلوم کرنا چاہیں تو دائیں طرف (سُرخ لکھائی میں) ہر وارث کے ساتھ اس کا حصہ درج ہے۔ دُوسرے ورثا کے ساتھ اکٹھا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں طرف (سُرخ لکھائی میں) وارث کو، اُوپر (نیلی لکھائی میں) وارث کے ساتھ ۹۰ درجے کے زاویے پر ملائیں جس خانے میں دونوں اکٹھے ہو جائیں وہاں دائیں طرف (سُرخ لکھائی میں) وارث کا حصہ ہوگا۔ مثلاً، ماں کا حصہ 1/3 کو حقیقی بہنوں کے ساتھ 90 درجے کے زاویے پر ملایا تو خانہ 1/6 پر اجتماع ہوا، چنانچہ ماں کا بہنوں کی موجودگی میں حصہ 1/6 ہوگا۔

دار السلام
DARUSSALAM

اسلامی قانونِ وراثت

تعلموا الفرائض وعلموها الناس

وراثت کا علم خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ۔ (بیہقی، حاکم)

مرتب: ابو نعمان بشیر احمد

اصحاب فرائض عصبات	1 بیٹی	2 بیٹیاں	3 پوتی	4 پوتیاں	5 ماں	6 دادی نانی	7 حقیقی بہن	8 حقیقی بہنیں	9 پدری بہن	10 پدری بہنیں	11 مادری بہن بھائی	12 متعدد مادری بہن بھائی	13 خاوند	14 بیوی	15 بیٹا	16 پوتا	17 باپ	18 دادا	19 حقیقی بھائی	20 پدری بھائی	21 حقیقی بھتیجا	22 پدری بھتیجا	23 حقیقی چچا	24 پدری چچا	25 حقیقی چچا کا بیٹا	26 پدری چچا کا بیٹا
1 بیٹی (1/2)	ش 2/3	ش 2/3	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	کر	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2
2 بیٹیاں (2/3)	ش 2/3	ش 2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	کر	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3
3 پوتی (1/2)	1/6	م	ش 2/3	ش 2/3	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	م	کر	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2
4 پوتیاں (2/3)	1/6	م	ش 2/3	ش 2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	م	کر	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3
5 ماں (1/3)	1/6	1/6	1/6	1/6	مل	1/3	1/3	1/6	1/3	1/6	1/3	1/6	1/3	1/3	1/6	1/6	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3	1/3
6 دادی نانی (1/6)	1/6	1/6	1/6	1/6	م	ش 1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	م (دادی)	م (پردادی)	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6
7 حقیقی بہن (1/2)	ب	ب	ب	ب	1/2	1/2	ش 2/3	ش 2/3	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	م	م	م	مخ	کر	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2
8 حقیقی بہنیں (2/3)	ب	ب	ب	ب	2/3	2/3	ش 2/3	ش 2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	م	م	م	مخ	کر	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3
9 پدری بہن (1/2)	ب	ب	ب	ب	1/2	1/2	1/6	م	ش 2/3	ش 2/3	1/2	1/2	1/2	1/2	م	م	م	مخ	م	کر	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2	1/2
10 پدری بہنیں (2/3)	ب	ب	ب	ب	2/3	2/3	1/6	م	ش 2/3	ش 2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	م	م	م	مخ	م	کر	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3	2/3
11 [illegible] (1/6)	م	م	م	م	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	ش 1/3	ش 1/3	1/6	1/6	م	م	م	م	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6	1/6
12 [illegible]	م	م	م	م	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	ش [illegible]	ش [illegible]	[illegible]	[illegible]	م	م	م	م	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]